اور قبر کھل گئی
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

اور قبر کھل گئی

اے۔ حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ترتیب

○ خلا میں موت؟
○ تکیے کے نیچے خنجر
○ تباہی کا راز
○ اور قبر کھل گئی
○ وہ لاش میں داخل ہو گئی

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

بار اوّل ۱۹۸۳ء
ناشر: مکتبہ اقرا ۱۴ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

قیمت ۱/۵۰ روپے

پیارے دوستو!

مرے ہوئے ہوا باز کی وصیت کے مطابق ناگ اور ماریا، اس کی بیوی ہیلن کو دشمنوں کے علاقے سے نکال کر ایک چھوٹے سے جنگی ہوائی اڈے پر سے ایک بمبار ہوائی جہاز اغوا کرتے ہیں اور اس میں فرار ہوتے ہیں۔ جرمن طیارہ شکن توپیں اس پر گولے برساتی ہیں۔ جرمن لڑاکا طیارے اس کے پیچھے اُڑتے ہیں۔ مگر ناگ اور ماریا جہاز کو نکال لے جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ناگ ہوائی جہاز کا رُخ اُوپر کو کر دیتا ہے۔ ہوائی جہاز آسمان کی فضاؤں کو چیرتا ہوا اوپر ہی اوپر اڑتا چلا جاتا ہے۔ پھر جب وہ جہاز کے منہ کو نیچے کی طرف کرنے کی کوشش کرتا ہے تو مشین میں خرابی کی وجہ سے جہاز کا رُخ نیچے کی طرف نہیں ہوتا۔ جہاز خلاء کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف اُڑا جا رہا ہے۔ خوف سے ہیلن بے ہوش ہو جاتی ہے۔ ماریا پریشان ہے۔ ناگ مشین کو ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جہاز اُوپر ہی اُوپر خلاء کی طرف جا رہا ہے۔ ستارے قریب آنا شروع ہو گئے ہیں۔ پھر کیا ہوتا ہے؟

اس کا مزا تو آپ کو خود پڑھ کر ہی آئے گا۔

جلدی سے ورق اُلٹیے:۔

آپ کا

اے۔ حمید

خلاء میں موت؟

جیپ ستر میل کی رفتار پر بھاگی جا رہی تھی۔ بوندا باندی رُک گئی تھی مگر آسمان بادلوں میں چھپا تھا۔ ناگ چونکہ جرمن فوجی کی وردی میں تھا اس لیے راستے میں آتے جاتے جرمن سپاہیوں نے اسے شک کی نظر سے نہ دیکھا۔ لیکن آگے ایک مصیبت آ رہی تھی۔ آگے ایک چوکی تھی جہاں تمام گاڑیوں کی پڑتال ہوتی تھی اور کاغذات چیک کیے جاتے تھے۔

ہیلن نے کہا:

"آگے چیکنگ پوسٹ ہے۔ یہاں سے گاڑی واپس کر لو۔"

ناگ نے ماریا سے پوچھا:

"ماریا! تمہارا کیا خیال ہے؟"

ہیلن بولی:

"یہ تم کون سی ماریا سے باتیں کرتے ہو؟ مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو سوائے اپنے یہاں کوئی عورت دکھائی نہیں دیتی اور میرا نام ماریا نہیں ہے۔"

ناگ نے کہا:

"خدا کے لیے خاموش رہو۔ ماریا میری بہن ہے وہ میرے ساتھ ہے۔ اب تم اس کی آواز بھی سن لو گی۔"

پھر اس نے ماریا سے کہا:

"ماریا! تم اسے اپنی آواز سنا دینا۔"

ماریا بولی:

"یہ ڈر تو نہیں جائے گی۔"

ایک ایسی عورت کی آواز سن کر ہیلن چونک پڑی جو اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ چیکنگ پوسٹ اب قریب آ رہی تھی۔

ماریا نے کہا:

"ناگ! جیپ یہیں روک لو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

ناگ نے جیپ سڑک کے کنارے ایک طرف روک لی۔ ماریا اتر کر چلی گئی۔ ہیلن کے چہرے پر خوف کے اثرات تھے۔

"یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے آج؟ پہلے میرا مرا ہوا خاوند مرنے کے بعد میرے پاس آ گیا۔ اب ایک غیبی

عورت ہمارے ساتھ سفر کر رہی ہے۔ آخر یہ کیا راز ہے؟ تم کون ہو؟"

ناگ سامنے چیکنگ پوسٹ کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں چار پانچ جرمن افسر کھڑے گاڑیوں کی تلاشی لے رہے تھے اور ڈرائیوروں کے خواہ وہ فوجی ہوں کاغذات چیک کر رہے تھے۔

اس نے آہستہ سے کہا:

"ہیلن! اگر تم خاموشی سے کام لو تو ہمارا کام بڑا آسان ہو جائے گا جن باتوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ان کے بارے میں سوالات مت کرو۔"

ہیلن خاموش ہو گئی۔ ماریا چیکنگ پوسٹ کے بند گیٹ میں سے گذر کر چھوٹے سے لکڑی کے کیبن میں آ گئی جہاں ایک جرمن میجر میز پر بیٹھا کاغذوں پر مہریں لگا رہا تھا۔ دیوار کے ساتھ ایک کھڑکی تھی۔ کھڑکی کے پیچھے گولہ بارود کے کچھ بکس پڑے تھے۔ ماریا کیبن سے باہر آ گئی۔ اس کے ذہن نے ایک ترکیب سوچ لی تھی۔ کیبن کے پیچھے ایک جرمن سپاہی لکڑی کے خالی کھوکھے پر بیٹھا رائفل پاس ہی رکھے پہرہ دے رہا تھا۔ وہ سگریٹ پی رہا تھا۔ ماریا نے بارود کے ایک بکس کو نیچے گرا دیا۔ سپاہی ہڑبڑا کر اٹھا۔ سگریٹ دور پھینکا اور بکس کو اٹھانے لگا۔ کالے رنگ کا کچھ بارود باہر گر پڑا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا یہی چاہتی تھی۔ اس نے دور گرا ہوا سگریٹ اُٹھا لیا۔ سگریٹ ابھی تک سلگ رہا تھا۔ پھر اس نے جلتا ہوا سگریٹ جہاں زمین پر بارود گرا تھا وہاں پھینک دیا۔

سگریٹ کے گرتے ہی بارود میں آگ لگ گئی۔ ایک زبردست دھماکہ ہوا اور جرمن سپاہی اور لکڑی کا کیبن زمین سے پچاس فٹ اوپر اچھل کر گرے اور ان کے پرخچے اُڑ گئے۔ ماریا چونکہ دھماکے کی جگہ کے قریب ہی تھی وہ بھی زمین سے اوپر اچھلی اور ہوا میں تیرتی ہوئی سڑک پر آگئی۔ دھماکے اور آگ کی وجہ سے وہاں افراتفری مچ گئی۔ جو جرمن فوجی سڑک پر چیکنگ کر رہے تھے۔ وہ بھی آگ بجھانے کے لیے بھاگے۔

ناگ یہ منظر جیپ میں بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہیلن سے کہا:

"ماریا نے اپنا کام کر لیا ہے۔"

اتنے میں ماریا کی آواز آئی:

"اب یہاں سے نکل چلو۔"

ناگ نے جیپ سٹارٹ کی اور چیکنگ پوسٹ کے اوپر کو اُٹھے ہوئے بانس کے نیچے سے گزر کر وہاں سے نکل گیا۔

ہیلن نے کہا:

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟ کیونکہ جس طرف تم جا رہے ہو۔ میرا مطلب ہے تم اور تمہاری غیبی بہن ماریا جا رہی ہے ادھر راستے میں کئی چیکنگ پوسٹیں آئیں گی۔ کیا تمہارا ہر چیکنگ پوسٹ کو بارود سے اڑانے کا ارادہ ہے؟"

ناگ نے کہا:

"تم یہاں کی رہنے والی ہو۔ یہ بتاؤ کہ ہم سرحدی سمندر کی طرف کدھر سے جا سکتے ہیں؟"

ہیلن بولی:

"ہم لوگ ابھی پیرس میں ہیں اور سرحد جہاں سے سمندر شروع ہوتا ہے یہاں سے کافی دُور ہے۔"

ناگ نے ماریا سے پوچھا:

"ماریا! تم فرانس میں کئی دنوں سے ہو۔ کیا تمہیں ان راستوں کا کچھ پتہ ہے؟"

ماریا نے کہا:

"میں شہزادی کے رتھ میں سے فرانس کے ایک جنگل میں گری تھی جو یہاں سے پچاس میل کے فاصلے پر تھا وہاں سے میں پیدل یہاں آئی تھی۔ اس کے سوا میں

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیدل یہاں آئی تھی۔ اس کے سوا میں کسی راستے سے واقف نہیں ہوں۔"

"شہزادی کا رتھ؟" ہیلن نے تعجب سے کہا۔ "کونسی شہزادی کا رتھ؟"

ناگ نے کہا:

"تم نے پھر ایسی باتوں میں دخل دینا شروع کر دیا جن سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

ہیلن منہ پھلا کر بولی:

"میں خاموش ہو جاتی ہوں۔ مگر خدا کے لیے یہاں سے بوردو شہر کو جانے والی سڑک پر مڑ جاؤ۔ وہاں سے ہم سرحد کی طرف روانہ ہو سکیں گے۔"

ناگ بولا:

"شاباش! بس ایسی باتیں کیا کرو۔ یہ بتاؤ کہ بوردو جانے والی سڑک کہاں سے شروع ہوتی ہے؟"

"سامنے جو چوراہا آئے گا وہاں سے دائیں ہاتھ کو ہو جانا۔"

چوراہے پر جا کر ناگ نے جیپ دائیں جانب کو موڑ لی۔ تھوڑی دیر بعد وہ شہر پیرس سے باہر آ گئے تھے اور ان کی جیپ ایک کھلی سڑک پر جا رہی تھی۔ سڑک پر

جرمن فوجوں کے کانوائے گذر رہے تھے مگر کوئی ناگ کی جیپ کی طرف دھیان نہیں دے رہا تھا جس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ناگ جرمن سپاہی کی وردی پہنے ہوئے تھا۔

دن بھر کے سفر کے بعد شام کو وہ بوردو کے چھوٹے سے شہر میں پہنچ گئے۔ یہاں ایک بہت بڑا فوجی ہوائی اڈہ تھا جہاں سے جرمن طیارے اڑ کر لندن جا کر وہاں بمباری کرتے تھے۔ ناگ ہیلن اور ماریا کو لے کر شہر سے باہر ایک کھلی جگہ پر آ گیا جہاں درختوں میں ایک چھوٹی سی پرانی عمارت کھڑی تھی۔ یہ ویران عمارت تھی اور آدھی بمباری کی وجہ سے ڈھے چکی تھی۔ یہاں انہوں نے تھوڑا بہت کھانا کھایا اور پھر وہاں سے فرار کی سکیم پر غور کرنے لگے۔

ماریا نے کہا:

"میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے کوئی طیارہ اغوا کرنا چاہیے۔"

ہیلن نے کہا:

"یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ یہاں جرمن فوج کی بھاری تعداد موجود ہے اور ہوائی اڈے سے صرف بمبار طیارے ہی پرواز کرتے ہیں۔ کوئی مسافروں کا طیارہ نہیں اڑتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا نے کہا:

"میں بمبار طیارہ ہی اغوا کرنا چاہتی ہوں۔"

ہیلن حیرانی سے اُدھر دیکھنے لگی جدھر سے ماریا کی آواز آئی تھی۔ کیوں کہ وہ ماریا کی شکل تو دیکھ ہی نہیں سکتی تھی ناگ کو ماریا کی یہ سکیم پسند آئی۔ کیوں کہ ایک طیارہ اگر وہ اغوا کر لیں تو ہزار بک بک سے ان کی جان چھوٹ جاتی تھی اور وہ ہیلن کو آدھے گھنٹے کے اندر اندر اس کے گھر لندن پہنچا سکتے تھے۔

اُس نے ماریا سے کہا:

"اس کے لیے ہمیں ہوائی اڈے پر جا کر طیاروں کی پرواز، وہاں پہرے داروں، فوج کی نفری اور نگرانی کرنے والوں کا جائزہ لینا ہوگا۔"

ماریا نے کہا:

"یہ کام میں کر لوں گی۔"

ہیلن بولی:

"اور ہوائی جہاز کون چلائے گا؟"

ناگ نے کہا:

"میں طیارہ چلا سکتا ہوں۔ میں ہوا باز بھی ہوں۔ شاید تمہیں علم نہیں۔"

ہیلن خاموش ہو گئی۔ اسے یہ سکیم بڑی خطرناک لگ رہی تھی، کہنے لگی:

"اس میں جان کا خطرہ ہے۔ جرمنوں کو ذرا شک پڑ گیا وہ طیارے کو فضا میں ہی تباہ کر دیں گے۔"

ماریا خاموش رہی۔

ناگ نے کہا:

"اس بات کی تم فکر نہ کرو ہیلن! اگر اس میں جان کا خطرہ ہوا تو ہم سکیم بدل دیں گے۔ ہمیں ہر حالت میں تمہیں تمہارے گھر پہنچانا ہے۔ میں نے تمہارے خاوند سے اس کا وعدہ کیا تھا اور میں اسے پورا کروں گا۔"

پھر اس نے ماریا سے کہا:

"ماریا تم ائرپورٹ پر جاؤ اور جائزہ لے کر آؤ کہ وہاں حالات کیا ہیں اور کتنے طیارے موجود ہیں۔"

"او کے۔"

ماریا یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہو گئی۔

اگرچہ وہاں چاروں طرف بلیک آؤٹ تھا مگر ماریا کو اندھیرے میں بھی سب کچھ دکھائی دے رہا تھا۔ بوردو کا ہوائی اڈا وہاں سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ گیٹ پر دو جرمن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سپاہی مشین گنیں لیے پہرہ دے رہے تھے۔ رَن وے پر دس بارہ بمبار اور لڑاکا طیارے اندھیرے میں کھڑے تھے۔ کنٹرول ٹاور میں جرمن فوجی موجود تھے مگر انہوں نے روشنی بجھا رکھی تھی اور شیڈ والے مدھم لیمپوں کی مدد سے کام کر رہے تھے۔ ہوائی اڈے کے چاروں طرف طیارہ شکن توپیں مورچوں میں لگی ہوئی تھیں۔ یہاں سے کسی طیارے کو اغوا کر کے لے جانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لیکن سمندر کے راستے سے فرار ہونا بھی کوئی آسان بات نہیں تھی۔ جرمن جنگی جہاز اور آبدوزیں سارے سمندری علاقے میں گشت کر رہی تھیں۔

ماریا نے واپس آ کر ساری صورت حال ناگ کو بتا دی۔ اب وہ اس بات پر غور کرنے لگے کہ طیارہ کس طرح اغوا کیا جائے۔ کئی ایک ترکیبیں ان کے دماغ میں آئیں مگر ان پر عمل کرنے میں ہیلن کی جان کو خطرہ تھا۔ آخر ناگ اور ماریا نے ایک ترکیب پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اگرچہ ہیلن کو اس میں بھی اپنی جان کا خطرہ نظر آتا تھا مگر اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ دوسرے یہ بات بھی تھی کہ جرمنوں کا جہاز بڑھ رہا تھا۔ جتنی جلدی وہ وہاں سے نکل جائیں اتنا ہی اچھا تھا۔

جب رات آدھی سے کچھ زیادہ گزر گئی تو ناگ نے ہیلن کو ساتھ لیا اور پرانی عمارت سے نکل کر درختوں کے

نیچے سے ہوتے ہوئے وہ ہوائی اڈے کی طرف چل پڑے۔ ماریا بھی ان کے ساتھ تھی۔ ناگ جرمن سپاہی کی وردی میں تھا اور اس کے پاس رائفل بھی تھی۔ جیپ انہوں نے وہیں چھوڑ دی تھی۔ ہوائی اڈے کے گیٹ سے کچھ فاصلے پر آ کر ناگ اور ماریا نے ہیلن کو ایک جگہ جھاڑیوں میں چھپے رہنے کو کہا اور خود گیٹ کی طرف چلے۔ دو جرمن فوجی گیٹ کے دونوں جانب کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ نے قریب جا کر جرمن زبان میں مدد مدد کی آواز لگائی۔ دونوں پہرے داروں میں سے ایک پہرے دار ناگ کی طرف بھاگا۔ اسے ناگ نے اور جو پیچھے کھڑا رہ گیا تھا اسے ماریا نے سنبھال لیا۔ دونوں کو بے ہوش کر کے جھاڑیوں میں پھینک دیا گیا۔ ایک جرمن سپاہی کی وردی اتار کر ہیلن کو پہنا دی گئی۔ اس کے سر پر ہلمٹ رکھا تو وہ اس کے نیچے سے ایک طرف گھوم گئی۔

ناگ نے کہا:

"ہمت سے کام لو ہیلن۔"

ہیلن نے ہلمٹ کو سر پر اچھی طرح جماتے ہوئے کہا:

"یہ بھاری ہے۔ کیا کروں؟"

"شش۔ خاموش!" ماریا نے کہا۔

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دور سے ایک جیپ کی مدھم روشنی دکھائی دی۔ یہ جیپ ہوائی اڈے کے گیٹ کی طرف آ رہی تھی۔

ناگ نے ہیلن سے کہا:

"جرمن سپاہی بن کر گیٹ کی ایک طرف کھڑی ہو جاؤ۔"

ہیلن جلدی سے گیٹ کی ایک طرف اور ناگ دوسری طرف کھڑے جیسے پہرہ دے رہے ہوں۔ جیپ گیٹ کے قریب آ کر رک گئی۔ ناگ نے دیکھا کہ جیپ میں جرمن ائر فورس کا کوئی بڑا افسر اکیلا سوار تھا۔ وہ خود ہی جیپ چلا رہا تھا۔ ناگ نے آگے بڑھ کر سیلوٹ کیا اور شناختی کارڈ طلب کیا۔ جرمن افسر نے جھک کر ناگ کو دیکھا اور بڑے سے شناختی کارڈ اس کے حوالے کرتے ہوئے پوچھا:

"تمہارا رنگ اتنا سانولا کیوں ہو گیا ہے؟"

ناگ نے کہا:

"سر! دھوپ میں بھی پہرہ دیتا ہوں۔"

افسر نے کہا:

"ہمارے دوسرے سپاہی بھی دھوپ میں پہرہ دیتے ہیں مگر وہ کالے نہیں ہوئے۔"

ناگ نے کارڈ واپس کرتے ہوئے کہا:

"سر! میری جلدی بڑی نازک ہے۔ اس پر دھوپ

کا جلدی اثر ہوتا ہے۔"

جرمن افسر نے جیب سے پستول نکال کر کہا:

"پھر اب تم مجھے اپنا شناختی کارڈ دکھاؤ اور رائفل نیچے پھینک دو۔"

ناگ نے رائفل نیچے پھینک دی اور یونہی جیبیں ٹٹولتے ہوئے اردو زبان میں بولا:

"سالے! تیری بھی کم بختی آ گئی ہے۔ اری ماریا بی بی اس کی بھی ذرا خبر لینا بدبخت کی۔"

جرمن افسر نے پستول اوپر کرتے ہوئے کہا:

"کیا کہہ رہے ہو؟ یہ کس زبان میں بات کر رہے ہو؟ ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔ جلدی، نہیں تو گولی چلا دوں گا۔"

لیکن گولی چلانے کی ماریا نے اسے مہلت ہی نہیں دی۔ ایک اُلٹا ہاتھ اس کی گردن پر پیچھے سے مارا اور جرمن افسر کے ہاتھ سے پستول چھوٹ کر پرے گرا اور وہ سر کے بل جیپ کے سٹیرنگ پر بے ہوش ہو کر گرا۔

ناگ نے کہا:

"شکریہ ماریا۔"

"اب اسے یہاں سے ہٹاؤ کہنے کو: ماریا بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے کہا:

"میں اس کی وردی پہنوں گا۔"

"ناگ بھیا! تم کتنی بار وردیاں بدلتے پھرو گے؟"

"ماریا! اس کی وردی ہمارا راستہ صاف کر دے گی۔"

اور اس نے جرمن افسر کی وردی پہن کر اسے جھاڑیوں میں پھینکا۔ ہیلن کو جو یہ ڈرامہ سہمی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی ساتھ بٹھایا اور جیپ لے کر گیٹ کے اندر داخل ہو گیا۔

ہوائی اڈے پر اندھیرا چھایا گیا۔ کنٹرول ٹاور پر دھیمی دھیمی سی روشنی ہو رہی تھی۔ ناگ نے جیپ کی روشنیاں بجھا دیں اور اسے ایک طرف لے جا کر کھڑا کر دیا۔ پھر وہ ہیلن کو ساتھ لے کر جیپ سے اُترا اور جس طرف بمبار ہوائی جہاز کھڑے تھے اُدھر کو چلا۔ ماریا کی خوشبو ناگ کو برابر آ رہی تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ وہ بمبار طیاروں کے قریب پہنچے تو انہوں نے ایک جرمن سپاہی کو دیکھا جو طیاروں کے آگے پہرہ دے رہا تھا۔ ناگ اور ہیلن چونکہ جرمن فوج کی وردیوں میں تھے اس لیے وہ بے دھڑک پہرے دار کے سامنے آ گئے۔ ناگ کو جرمن ائر فورس کے اعلیٰ افسر

کی وردی میں دیکھ کر سپاہی نے زور دار سلیوٹ کیا۔ ناگ نے سلیوٹ کا جواب دے کر طیارے کا رُخ کیا تو جرمن پہرے دار نے ڈرتے ڈرتے پوچھا:

"سر! آپ کے پاس اجازت نامہ ہے؟"

"شٹ اَپ! تمہیں مجھ سے اجازت نامہ طلب کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

"سوری سر!"

جرمن سپاہی پرے ہٹ گیا۔

ماریا نے ناگ کے کان میں کہا:

"اب جلدی سے طیارے میں سوار ہو جاؤ۔ یہ موقع نکل گیا تو پچھتانا پڑے گا۔"

ناگ ایک بمبار B-52 طیارے کے پَر پر چڑھا۔ کاک پٹ کا دروازہ اوپر اٹھایا اور ہیلن سے کہا:

"آفیسر! میرے ساتھ آؤ۔"

"یس سر!"

ہیلن نے سلیوٹ مار کر کہا اور طیارے میں ناگ کے ساتھ والی پائیلٹ کی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ماریا پچھلی سیٹ پر جا بیٹھی جہاں سے مشین گن فائر کی جاتی ہے۔ جرمن سپاہی یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر وہ انہیں افسر سمجھ کر خاموش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ ابھی تک ہوائی اڈے کے کنٹرول ٹاور والوں کو کچھ خبر نہیں تھی کہ ادھر کیا ہو رہا ہے اور یہ کہ ایک بمبار طیارہ بغیر اجازت پرواز کرنے والا ہے۔ ناگ اور ہیلن نے سیٹ پر بیٹھنے کے بعد کاک پٹ کا ڈھکنا اوپر بند کر دیا۔ ہلمٹ والا آکسیجن گیس ماسک پہنا۔ ناگ نے دو انگلیاں کھڑی کر کے ہوا میں لہرائیں اور یہ اطمینان کرنے کے لیے کہ ماریا طیارے میں سوار ہو گئی ہے اسے آواز دی۔ پچھلی سیٹ پر سے ماریا نے کہا:

"میں تمہارے ساتھ ہوں ناگ! اب جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل چلو۔"

ناگ نے دل میں بسم اللہ پڑھ کر انجن سٹارٹ کر دیا انجن کے سٹارٹ ہوتے ہی کنٹرول ٹاور کو پتہ چل گیا کہ کوئی طیارہ پرواز کرنے والا ہے۔ مگر اس نے ٹاور سے اجازت طلب نہیں کی۔ ناگ اور ہیلن نے جو کانوں کے ساتھ وائرلیس کے ہیڈ فون لگا رکھے تھے ان پر کنٹرول ٹاور کے فلائٹ کنٹرولر کی آواز گونجی:

"ہیلو! اپنی شناخت بتاؤ۔"

ناگ خاموش رہا۔ طیارہ رن وے پر آہستہ آہستہ اس مقام کی طرف جا رہا تھا جہاں سے اس نے پرواز کر جانا تھا۔

آواز پھر بلند ہوئی:

"ہیلو! تم کون ہو؟ طیارے کو روک دو نہیں تو تمہیں گرا لیا جائے گا۔"

ناگ نے کوئی جواب دیا۔ اور طیارے کی رفتار تیز کر دی۔ ہوائی اڈے پر خطرے کا الارم چیخ اٹھا۔ ایک دم سے گاڑیاں طیارے کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ناگ نے رفتار اور تیز کر دی۔ طیارہ خاص مقام پر پہنچ گیا تھا۔ ماریا نے کہا:

"طیارے کو فضا میں بلند کرو۔"

ناگ نے انجن کو پورا کھول دیا۔ ایک زبردست دھچکے کے ساتھ طیارہ رن وے پر بھاگنے لگا۔ اس کے پیچھے جرمن گاڑیاں گولیاں برسا رہی تھیں۔ طیارہ پوری رفتار سے بھاگا جا رہا تھا۔ دو گاڑیاں آگے سے موڑ کاٹ کر طیارے کے آگے آ گئیں مگر جب انہوں نے دیکھا کہ طیارہ پوری رفتار پر چلا آ رہا ہے اور جلدی سے ایک طرف ہٹ گئیں۔ ایک ٹینک کہیں سے نکل آیا۔ اس نے گولہ پھینکا جو طیارے کے قریب آ کر پھٹا۔ دھماکے سے طیارہ ہل گیا۔

ہیلن نے چیخ ماری۔

ماریا نے چلا کر کہا:

"اسے اوپر اڑاؤ ناگ"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے سٹک پیچھے کھینچ لی اور طیارے نے زمین چھوڑ دی اور فضا میں بلند ہو گیا۔ چھوٹا بمبار طیارہ تھا۔ فوراً فضا میں اوپر اٹھا اور بڑی تیزی سے اوپر آسمان کی طرف بلند ہوتا چلا گیا۔ ہیلن اور ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا۔

ناگ نے کہا:

"ابھی ہم خطرے سے باہر نہیں آئے"

نیچے سے طیارے پر طیارہ شکن توپوں نے گولیاں برسانی شروع کر دی تھیں۔ لمبی تباہ کن گولیاں طیارے کے ارد گرد سے اوپر گذر رہی تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی گولی طیارے سے ٹکرا کر اسے آگ لگا سکتی تھی۔ مگر ناگ ایک ماہر ہوا باز کی طرح طیارے کو بچاتا ہوا اوپر سے اوپر اٹھتا چلا گیا۔ نیچے ہوائی اڈہ اب نظر نہیں آ رہا تھا۔

ہیلن بولی:

"جرمن لڑاکا طیارے ضرور ہمارا پیچھا کریں گے۔"

"دیکھا جائے گا" ناگ نے کہا:

پھر اس نے ماریا سے کہا:

"ماریا گن تیار رکھنا۔ ہو سکتا ہے ہمیں فضا میں تھوڑی جنگ کرنی پڑ جائے"

ماریا نے جواب میں کہا:

"میں تیار ہوں ناگ! اور میری گن بھی تیار ہے"

آخر وہی ہوا جس کا انہیں خطرہ تھا۔ ناگ نے طیارے کا رُخ انگلستان کی طرف پھیر دیا تھا۔ دو منٹ بھی نہیں گذرے ہوں گے کہ ایک چھوٹا لڑاکا جرمن طیارہ زناٹے کے ساتھ ناگ کے جہاز کے پہلو سے گذر گیا۔ اس کی گولیاں تڑاتڑ طیارے کے اوپر سے ہو کر گذر گئیں۔

ناگ نے پکار کر کہا:

"ماریا! جرمن لڑاکا طیارے کو نشانہ بناؤ"

ماریا نے کہا:

"دو جرمن طیارے ہیں۔ میں کوشش کر رہی ہوں"

اور جونہی دوسرا لڑاکا طیارہ اوپر آیا ماریا نے اس پر گولیاں برسائیں۔ مگر لڑاکا طیارہ آگے نکل چکا تھا۔ اب فضا میں جھڑپ شروع ہو گئی۔ ماریا نے ایک جرمن لڑاکا طیارے کو نشانہ بنا کر گولیاں چلائیں تو اس کی دُم پر جا کر لگیں اور طیارے کو آگ لگ گئی۔ وہ فضا میں آگ کا گولہ بن کر نیچے کو گرا اور پھٹ گیا۔

ماریا نے خوشی سے نعرہ بلند کیا:

"میں نے ایک طیارہ مار لیا ہے"

"شاباش!" ناگ نے اسے داد دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیلن نے کہا:

"دوسرا لڑاکا طیارہ ہمیں مار گرائے گا۔ ہم بچ نہ سکیں گے۔"

ناگ چلّایا:

"ہیلن! خدا کے لیے تم خاموش رہو اور ہمیں آرام سے لڑنے دو۔"

پھر اس نے لڑاکا طیارے کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ماریا سے کہا:

"ماریا! دشمن کا طیارہ سامنے سے آ رہا ہے۔ میں اس کے اوپر غوطہ لگاؤں گا۔ تم اس پر فائر کرنا۔"

اور ناگ نے طیارے کو بلند کرنے کے لیے ایک بٹن کو باہر کی طرف کھینچا۔ طیارہ ایک دم سے بلند ہو گیا مگر وہ بٹن ٹوٹ کر ناگ کے ہاتھ میں آ گیا۔ ماریا نے دشمن کے طیارے پر فائرنگ کی مگر وہ اس کی زد سے نکل چکا تھا۔ ناگ کے طیارے کا رخ اوپر آسمان کی جانب تھا اور وہ اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا جا رہا تھا۔ ناگ نے طیارے کو نیچے کی طرف لا کر رُخ بدلنے کی کوشش کی مگر وہ ایسا نہ کر سکا کیوں کہ طیارے کے رخ کو نیچے کی طرف موڑنے والا بٹن ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ ہیلن ناگ کے ساتھ والی سیٹ

پر بیٹھی تھی۔ اس نے کہا:

"طیارے کو نیچے کرو ناگ"

"بٹن ٹوٹ گیا ہے، میں کیا کروں"

ناگ نے بٹن ہیلن کو دیتے ہوئے کہا۔ یہ لوہے کا بٹن تھا جو دوبارا نہیں جُڑ سکتا تھا۔ دوسری طرف جرمن لڑاکا طیارہ ایک بار حملہ کرنے کے لیے اوپر کو اٹھا مگر ناگ کا بمبار طیارہ اتنی بلندی پر چلا گیا تھا کہ وہ اس تک نہ پہنچ سکا اور واپس ہوائی اڈے کی طرف مُڑ گیا۔

ماریا نے خوش ہو کر کہا:

"وہ واپس چلا گیا ہے"

ہیلن بولی:

"لیکن ہمارا طیارہ واپس زمین پر نہ جا سکے گا۔"

"کیوں؟ کیا ہوا؟" ماریا نے پوچھا۔

ناگ طیارے کا رُخ نیچے کی طرف کرنے کی بے حد کوشش کر رہا تھا مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے ماریا کو بتایا کہ طیارے کا وہ سوئچ ٹوٹ گیا ہے جو طیارے کا رُخ نیچے کی طرف کرتا ہے۔ اب تو ماریا بھی پریشان ہو گئی اس نے اوپر دیکھا۔ ستارے چمک رہے تھے اور ایسا لگتا تھا جیسے وہ قریب آ رہے ہیں۔ طیارے میں دو گھنٹے کا ہیڑول

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا اور ناگ نے سوچا کہ اگر دو گھنٹے تک اسی طرح
ان کا طیارہ آسمان کی طرف اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا گیا تو
کہیں وہ زمین کی فضا سے باہر نہ نکل جائیں۔ اس نے طیارے
کا رخ نیچے کرنے کے لیے سر توڑ کوشش شروع کر دی
جہاں سے بٹن ٹوٹا تھا اس سوراخ کے اندر تار ڈال کر
سوئچ کو گھمانے کی کئی بار کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب
نہ ہو سکا۔ ہیلن کا خوف کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا
ماریا الگ پریشان تھی۔ کیونکہ اس قسم کی مصیبت کا انہیں کبھی
سامنا نہیں ہوا تھا۔

پیارے دوستو! یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ ہماری
زمین کے ارد گرد ساٹھ میل تک فضا پھیلی ہوئی ہے۔
ساٹھ میل تک زمین کی کشش کام کرتی ہے۔ اگر کوئی شے
زمین سے بلند ہو کر ساٹھ میل سے اوپر چلی جائے تو پھر
اسے زمین اپنی طرف نہیں کھینچ سکے گی اور وہ شے زمین
کے مدار میں داخل ہو کر اس کے ارد گرد گھومنا شروع
کر دے گی۔ یعنی وہ شے خلاء میں داخل ہو جائے گی
جہاں نہ زمین کی کشش ہے اور نہ سانس لینے کے لیے
آکسیجن ہوتی ہے۔

ناگ کو اندر ہی اندر یہی پریشانی تھی کہ اگر طیارے کا
رخ نیچے کی طرف نہ ہو سکا اور وہ زمین کی فضا سے
نکل کر خلا میں داخل ہو گیا تو کیا ہو گا؟ ان کے پاس آکسیجن
بھی اتنی زیادہ نہیں تھی۔ ناگ اور ماریا آکسیجن کے بغیر کچھ
روز زندہ رہ سکتے تھے مگر ہیلن دو منٹ بھی زندہ نہ رہ
سکتی تھی۔

ماریا نے کہا:

"ناگ! ایک بار پھر طیارے کو نیچے لانے کے
کوشش کرو۔"

ناگ بولا:

"میں یہی کام کر رہا ہوں مگر کامیاب نہیں ہو رہا۔"

ہیلن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے:

"میرے خدا! کیا میری موت خلا میں لکھی ہے؟"

"خاموش خدا کے لیے خاموش ہیلن۔" ناگ نے چیخ کر کہا۔

ہیلن خاموش ہو گئی مگر اس کی آنکھوں سے آنسو برابر بہہ
رہے تھے۔ ناگ نے آخری بار طیارے کو نیچے لانے کے
لیے سوئچ کے اندر پیچ کس ڈال کر اسے گھمانے کی کوشش
کی تو پیچ کس ٹوٹ کر آدھا اندر ہی رہ گیا۔ ناگ نے اپنا
سر پکڑ لیا اور ناامیدی سے بولا:

"ماریا! کھیل ختم ہو گیا۔ لگتا ہے اب کوئی معجزہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی ہمیں زمین پر واپس لے جائے گا؟"

ہیلن پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ناگ نے اب اسے بالکل نہ ڈانٹا بلکہ پیار اور محبت سے حوصلہ دینے لگا۔ ماریا بھی خاموش تھی۔ کیوں کہ ایسی صورت حال پہلے کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ وہ ہزاروں سالوں سے سفر کر رہے تھے۔ مگر اس قسم کی مصیبت انہیں پہلے کبھی نہیں پہلے کبھی نہیں پڑی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس مشکل کا کوئی حل نہ تو ماریا کے ذہن میں آ رہا تھا اور نہ ناگ کے ذہن میں آ رہا تھا۔

ماریا نے سوچا:

"ناگ! کیا کوئی اور ترکیب کی جا سکتی ہے؟"

ناگ بولا:

"ماریا بہن! میری تو سمجھ میں اور کوئی ترکیب نہیں آ رہی۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ طیارہ اب زمین کی فضا سے نکل جائے گا۔"

ہیلن نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی۔

ماریا نے کہا:

"اسے کچھ دیر بے ہوش رہنے دو۔ یہ ہمیں بھی پریشان کرتی ہے اور سوچنے نہیں دیتی۔"

ناگ نے کہا:

"ماریا بہن ہم کیا سوچ سکتے ہیں اب یہ بے چاری سچی ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اب ہم شاید کبھی واپس زمین پر نہیں جا سکیں گے۔"

ماریا نے کہا:

"تم ایجن بند کر دو۔"

ناگ بولا:

"ایجن بند کر دو تو طیارہ زمین پر گرنے لگے گا۔"

ماریا نے کہا:

"نیچے گرنے لگے تو پھر سٹارٹ کر دینا۔"

ناگ نے کہا:

"میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ کیوں کہ اب تو یہ امید ہے کہ ہو سکتا ہے ہم کسی سیارے میں پہنچ جائیں۔ ایجن دوبارا سٹارٹ نہ ہوا تو میں اور تم تو بچ جائیں گے مگر ہیلن کے جسم کے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

ناگ نے گھڑی پر وقت دیکھا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی۔ ستارے زیادہ چمکیلے زیادہ روشن ہوتے جا رہے تھے اور آسمان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا رنگ نیلے کی بجائے سیاہ پڑتا جا رہا تھا۔ اس کا بالکل صاف مطلب یہ تھا کہ وہ زمین کی فضا سے دُور ہو رہے ہیں اور خلا قریب آ رہا ہے۔

ماریا نے کہا:

"ایسا لگتا ہے ہم خلا میں داخل ہونے والے ہیں۔"

ناگ نے جو کہ اب ناامید ہو چکا تھا کہا:

"لگتا کیا ہے ماریا ہم خلا میں داخل ہونے ہی والے ہیں۔"

ماریا نے کہا:

"یہ ایک حیرت ناک تجربہ ہو گا ناگ۔"

ناگ بولا:

"حیرت ناک نہیں بلکہ ہیبت ناک ہو۔ ہم زمین پر چھ سات ہزار سال سے سفر کر رہے ہیں مگر خلاء میں کبھی ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں گئے۔ خدا جانے آگے ہماری قسمت میں کیا لکھا ہے۔"

ماریا بولی:

"جو ہو گا اب ہمیں دیکھنا پڑے گا۔"

ناگ نے کہا:

"وہ تو ٹھیک ہے مگر مجھے ہیلن کی فکر کھائے جا

رہی ہے۔ میں نے اس کے خاوند سے وعدہ کیا تھا کہ اسے حفاظت سے اس کے گھر پہنچا دوں گا۔"

ماریا نے کہا:

"اب کیا ہو سکتا ہے۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔"

ناگ اور ماریا دونوں خاموش ہو کر طیارے میں اپنی اپنی سیٹوں میں آکسیجن کے ماسک چڑھائے بیٹھے رہے۔ طیارہ برابر اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا جا رہا تھا۔

ماریا نے پوچھا:

"طیارے میں کتنا پٹرول باقی رہ گیا ہے؟"

ناگ نے سامنے لگے ہوئے ڈائیل کو دیکھ کر کہا:

"ابھی ایک گھنٹے کا پٹرول باقی ہے۔"

ماریا نے کہا:

"ہم تو میرا خیال ہے کہ آدھے گھنٹے میں خلا میں پہنچ کر زمین کے مدار میں داخل ہو جائیں گے اور پھر ہمیں نہ طیارے کے انجن کی ضرورت ہو گی اور نہ پٹرول کی۔"

ناگ بولا:

"لیکن ہیلن کے لیے آکسیجن کی ضرورت ہو گی جو کہ صرف دو دن کے لیے ہمارے پاس باقی رہ گئی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا نے کہا :

"ناگ ! اب ہم خدا وند تعالےٰ کے رحم و کرم پر ہیں زمین سے اوپر کیا ہے ؟ یہ نہ تم جانتے ہو نہ میں جانتی ہوں۔ سنا ہم نے بہت کچھ ہے مگر اصل حقیقت کیا ہے ؟ یہ خدا ہی جانتا ہے۔ آؤ ہم خدا کے حضور دعا کریں کہ وہ ہماری حفاظت کرے"

دونوں نے آنکھیں بند کر لیں اور خدا کے حضور دعا کرنے لگے۔ اچانک ایک کڑاکے کی آواز سنائی دی۔ دونوں نے آنکھیں کھول دیں۔ کوئی شے ان کے طیارے کے قریب سے ہو کر گذر گئی تھی۔ ناگ نے وقت دیکھا۔ رات کے تین بج رہے تھے۔ مگر یہ سونا کا ٹائم تھا۔ اس نے ستاروں کو دیکھا۔ وہ مدھم ہونے کی بجائے تیزی سے چمک رہے تھے اور انگاروں کی طرح لگ رہے تھے۔

"یہ آواز کیسی تھی ناگ ؟" ماریا نے پوچھا۔

ناگ نے کہا :

"کوئی چیز ہمارے طیارے کے قریب سے ہو کر گذر رہی ہے"

ماریا نے کہا :

"خدا کا شکر ہے کہ وہ ہمارے طیارے سے ٹکرائی نہیں"

ابھی یہ لفظ ماریا کی زبان پر ہی تھے کہ کوئی شے طیارے کے ساتھ آ کر زور سے لگی اور ایک دھچکے کے ساتھ طیارے کا رُخ زمین کی طرف مڑ گیا۔ طیارہ جتنی تیز رفتار سے اوپر خلا کی طرف جا رہا تھا اتنی ہی رفتار کے ساتھ نیچے زمین کی طرف جانے لگا۔

ماریا نے خوشی سے کہا :

"ہم نیچے زمین کی طرف جا رہے ہیں"

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا یہ کیا ہو رہا ہے" ناگ نے کہا :

"طیارے کو کنٹرول میں رکھنا ناگ"

ہیلن ابھی تک بے ہوش پڑی تھی۔ طیارہ زمین کے قریب ہوتا جا رہا تھا، مگر ابھی تک زمین کی کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ جب طیارہ زمین سے چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر آ گیا تو ناگ نے اس کا رُخ سیدھا کر دیا طیارے کے سارے کل پُرزے بالکل ٹھیک کام کر رہے تھے

ماریا نے کہا :

"کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پھر واپس جرمنی کے کسی شہر میں پہنچ جائیں۔ اس کا رُخ انگلستان کی طرف رکھنا"

ناگ بولا ،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہی کوشش کر رہا ہوں۔"

اب انہیں زمین پر کہیں کہیں روشنیاں نظر آنے لگی تھیں۔ ناگ طیارے کو نیچے لا رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ انگلستان ہی کے کسی شہر میں اترے گا۔ اس نے وائرلیس پر نیچے کسی بھی کنٹرول ٹاور سے بات کرنے کی کوشش کی۔ ایک کنٹرول ٹاور نے کافی دیر کی کوشش کے بعد ناگ سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آ رہا ہے۔

ناگ نے کہا:

"میرے طیارے میں خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ میں اترنا چاہتا ہوں۔ آپ کس شہر سے بول رہے ہیں؟"

معلوم ہوا کہ وہ انگلستان کے ایک شہر برسٹل کا ائرپورٹ ہے۔ تھوڑی دیر بعد ناگ نے طیارے کو ائرپورٹ پر اتار دیا۔ جب ائرپورٹ والوں نے جرمن طیارے کو دیکھا تو فوجی پولیس کو خبر کر دی۔ پولیس نے طیارے کو گھیرے میں لے لیا۔ ہیلن کو اب ہوش آ چکا تھا۔ ان دونوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ فوجی ہیڈ کوارٹر میں جا کر ناگ نے ساری کہانی بیان کی اور بتایا کہ وہ کس طرح ہیلن کو لے کر لندن روانہ ہو گیا۔ ماریا اس کے ساتھ تھی۔ ہیلن کو اس کے گھر پہنچا کر ناگ نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس نے ایک بہت بڑی

ذمے داری کو پورا کیا۔ ہیلن نے بھی ناگ اور ماریا کا شکریہ ادا کیا۔ ایک روز ہیلن کے گھر آرام کرنے کے بعد ناگ اور ماریا لندن شہر سے عنبر کی تلاش میں ملک عراق کی طرف روانہ ہو گئے کیونکہ انہوں نے عنبر کی خوشبو آج سے برابر بارہ سو برس پہلے عراق کے دارالخلافہ کے قریب محسوس کی تھی۔ ناگ اور ماریا کو ابھی بارہ سو برس تاریخ میں پیچھے جانا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا مرحلہ تھا۔

○

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تکیے کے نیچے خنجر

اب ذرا عنبر کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔

عنبر ہارون الرشید کے بغداد کے زمانے میں تھا اور چونکہ اس نے مصریوں کا لباس پہن رکھا تھا اس لیے دو عرب اونٹ سواروں نے اسے اپنے ساتھ لے لیا اور کہا کہ وہ اسے اپنے ساتھ بغداد پہنچا دیں گے۔ اصل میں ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ بغداد میں عنبر کو لے جا کر بغداد کے سپاہیوں کے حوالے کر دیں گے اور انعام حاصل کریں گے۔ کیوں کہ خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے اعلان کر دیا گیا تھا کہ جو کوئی کسی مصری کو پکڑ کر لائے گا اسے انعام ملے گا۔

عنبر کو اس کا علم نہیں تھا۔ وہ اونٹ سواروں کے ساتھ چھ روز تک صحراؤں میں سفر کرتا رہا۔ ساتویں روز وہ بغداد پہنچ گئے۔ وہاں ایک سرائے میں اترنے کے بعد ایک اونٹ سوار سیدھا بغداد کے سپاہیوں کے پاس گیا اور کہا کہ وہ ایک مصری کو پکڑ کر لائے ہیں۔ سپاہی

فوراً سرائے میں آ گئے۔ انہوں نے عنبر کو گرفتار کر لیا اور دونوں اونٹ سواروں کو انعام دیا گیا۔ اب عنبر پر یہ بھید کھلا کہ وہ لوگ اسے اپنے ساتھ بغداد کیوں لائے تھے۔ مگر عنبر نے انہیں کچھ نہ کہا۔ وہ سپاہیوں کے ساتھ چلا گیا جنہوں نے اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ عنبر بھی کسی جگہ آرام سے بیٹھ کر ناگ اور ماریا کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں ہوں گے اور ان سے کیسے ملا جا سکتا ہے۔

قید خانے میں عنبر کو دن میں تھوڑی دیر کے لیے چکی پیسنی پڑتی تھی۔ عنبر میں اتنی طاقت تھی کہ وہ چکی پیستے ہوئے ذرا بھی نہ تھکتا تھا۔ بلکہ وہ دوسرے قیدیوں کا بھی کام کر دیتا تھا۔ دوسرے قیدی اس کا بڑا خیال رکھتے تھے۔

ابھی عنبر کو قید خانے میں آئے چوتھا پانچواں دن ہی تھا کہ قید خانے میں یہ بات پھیل گئی کہ بادشاہ خلیفہ ہارون الرشید سخت بیمار ہے۔ حکیم اس کا علاج کر رہے ہیں مگر خلیفہ کا مرض بڑھتا جا رہا ہے اور وہ مرنے کے قریب ہے۔ عنبر چونکہ جڑی بوٹیوں کا بڑا ماہر تھا اس لیے اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے وہ خلیفہ ہارون الرشید کو تندرست کر دے۔

عنبر نے قید خانے کے داروغے سے کہا کہ اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک ایسی دوائی ہے جس سے وہ خلیفہ کو تندرست کر س[کتا]
ہے۔ داروغے کو یہ لالچ تھا کہ اگر خلیفہ تندرست ہو گیا تو اس[ے]
بھی انعام ملے گا۔ اس نے کسی نہ کسی طرح خلیفہ ہارون الرش[ید]
تک عنبر کا پیغام پہنچا دیا۔ خلیفہ نے وزیر سے کہا کہ اس ک[و]
کو طلب کیا جائے۔ عنبر شاہی محل میں آگیا۔ دیکھا کہ بادشاہ [کی]
بیماری کی وجہ سے ہر طرف سوگ پڑا ہوا ہے۔ عنبر کو سب س[ے]
پہلے بادشاہ کے وزیر برمکی کے سامنے پیش کیا گیا۔

عنبر نے کہا:

"سب سے پہلے تو مجھے اس الزام سے بری کیا جائے
کہ میں حکومت کا دشمن ہوں اور مصری ہوں۔ میں مصر
میں ضرور پیدا ہوا تھا مگر کسی حکومت سے میری
دشمنی نہیں ہے۔"

وزیر برمکی نے کہا:

"ہم تمہیں اس الزام سے بری کرتے ہیں مگر یہ بتاؤ
کہ تمہارے پاس ایسی کون سی دوائی ہے جو بادشاہ
سلامت کو تندرست کر سکتی ہے؟"

عنبر نے کہا:

"پہلے مجھے یہ بتایا جائے کہ بادشاہ کو بیماری کون سی
ہے؟"

وزیر نے کہا:

"تین چار روز کی بات ہے۔ بادشاہ سلامت دربار
میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک یہودی نجومی نے
آکر زائچہ بنایا اور بتایا کہ شاہی فوجیں ایران کے
شمالی صوبے میں داخل ہو گئی ہیں یہ بات درست
نکلی۔ بادشاہ سلامت یہودی نجومی کے ستاروں کے
علم سے بڑے متاثر ہوئے۔ انہوں نے نجومی سے
پوچھا کہ اچھا زائچہ بنا کر بتاؤ کہ ہماری عمر کتنے سال
باقی رہ گئی ہے۔ احمق یہودی نے بادشاہ سلامت
کا زائچہ بنایا اور کہا کہ حضور آپ کی عمر صرف دو سال
باقی رہ گئی ہے۔ دو سال کے بعد آپ وفات پا
جائیں گے۔ اتنا سننا تھا کہ بادشاہ سلامت کا رنگ
زرد ہو گیا اور موت کا خوف طاری ہو گیا۔ بس اس
روز سے بادشاہ کمزور سے کمزور ہوتے جا رہے ہیں
اور کوئی دن کے مہمان ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ تم ان
کا کیا علاج کرو گے اور کیسے علاج کرو گے؟"

عنبر کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا:

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مجھے بادشاہ سلامت خلیفہ
ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا جائے اور وہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہودی نجومی کو بھی بلا لیا جائے؟"

وزیر برمکی نے کہا:

"کیوں نہیں۔ مگر تم بادشاہ کا علاج کیا کرو گے؟"

عنبر بولا:

"یہ میں بادشاہ کے سامنے بتاؤں گا۔ ہاں میری ایک اور شرط ہے۔"

"کیا شرط ہے وہ؟" وزیر نے پوچھا۔

عنبر نے کہا:

"میری شرط یہ ہے کہ اس وقت میں جو حکم دوں اسے فوراً پورا کر دیا جائے۔"

"تمہاری شرط قبول کی جاتی ہے۔" وزیر نے کہا۔

وزیر برمکی اسی وقت بادشاہ سلامت کے پاس گیا اور اسے ساری بات بیان کی۔ بادشاہ سلامت موت کے خوف سے مر رہا تھا بولا:

"اسے فوراً لاؤ۔ شاید وہ میرے موت کے خوف کو میرے دل سے نکال سکے۔ مگر نجومی نے تو کہا تھا کہ بادولت دو سال بعد مر جائیں گے اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے۔"

اور یہ کہہ کر بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

وزیر نے کہا:

"حضورِ انور! عنبر مجھے کوئی نہایت عقل مند حکیم لگتا ہے، ہو سکتا ہے وہ حضور کے دل سے موت کا خوف نکال دے۔"

"مگر وہ موت کو تو نہیں ٹال سکتا۔"

وزیر بولا:

"حضور انور! نجومی کا زائچہ بھی تو غلط ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے جھوٹ بولا ہو۔"

"اسے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر اس کا آج تک کوئی زائچہ غلط نہیں نکلا۔"

بادشاہ نے کہا اور آہ بھر کر آنکھیں بند کر لیں۔ وزیر باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد عنبر کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ عنبر نے جھک کر تعظیم کی۔ بادشاہ نے اشارے سے سلام کا جواب دیا۔ عنبر نے دیکھا کہ بادشاہ کا رنگ زرد ہے اور موت کے خوف سے سوکھ کر کانٹا ہو رہا ہے۔ شاہی حکیم پاس کھڑا ہے اور تھوڑی دیر بعد بادشاہ کو عرق صندل پلاتا ہے۔ مگر عنبر کو معلوم تھا کہ یہ بادشاہ کی بیماری کا علاج نہیں ہے۔ عنبر کی شرط کے مطابق اس یہودی نجومی کو بھی وہاں لایا گیا جس نے یہ پیش گوئی کی تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بادشاہ سلامت دو سال بعد مر جائیں گے اور جس کی پیش گوئی کی وجہ سے بادشاہ کا بُرا حال ہو رہا تھا اور وہ مرنے والا ہو گیا تھا۔

بادشاہ نے آہستہ سے کہا:

"اے حکیم عنبر! یہ ہمارا شاہی نجومی ہے۔ اس کا حساب کبھی غلط نہیں ہوا۔ اس نے حساب لگا کر زائچہ بنا کر آج تک جو کچھ کہا درست ثابت ہوا۔ پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس نے ہماری عمر کے بارے میں جو حساب لگایا ہے وہ غلط ہو۔ بس! اب اللہ ہی اللہ ہے۔ ہماری عمر دو برس باقی رہ گئی ہے۔ کاش! ہم زیادہ دیر زندہ رہ سکتے۔"

یہ کہہ کر بادشاہ نے ٹھنڈی آہ بھری اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عنبر بڑے غور سے یہودی جوتشی کو دیکھنے لگا جس کے زائچے اور حساب کی وجہ سے بادشاہ سلامت پر مصیبت ٹوٹ پڑی تھی۔ یہودی جوتشی یعنی نجومی بڑی شان سے کھڑا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کا حساب کبھی غلط ہوا ہی نہیں۔ خود بادشاہ سلامت نے کہا ہے کہ اس نے آج تک جو حساب لگایا بالکل سچ ثابت

ہوا۔ وہ عنبر کو حقارت کی نظروں سے تک رہا تھا کہ یہ نوجوان حکیم کہاں سے آ گیا ہے اس کے حساب کو غلط ثابت کرنے۔

عنبر نے وزیر اعظم برمکی سے کہا:

"وزیر صاحب! آپ کو میری دوسری شرط یاد ہے کہ میں جو حکم دوں گا اسے پورا کیا جائے گا؟"

وزیر اعظم برمکی بولا:

"ہاں اے نوجوان حکیم! مجھے یاد ہے۔"

اب عنبر یہودی نجومی کی طرف متوجہ ہوا:

"اے یہودی نجومی! کیا تمہارا لگایا ہوا حساب ہمیشہ سچ ہوتا ہے؟"

یہودی نجومی نے گردن اکڑا کر کہا:

"میرا حساب کبھی غلط نہیں نکلتا۔ میں نے یہ علم چالیس برس کی ریاضت سے سیکھا ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"تمہارے حساب کے مطابق بادشاہ سلامت کی عمر کتنے برس باقی رہ گئی ہے؟"

یہودی نجومی نے کہا:

"میرے حساب کے مطابق بادشاہ کی عمر صرف دو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سال باقی رہ گئی ہے؟"

عنبر نے کہا:

"کیا تمہیں یقین ہے کہ بادشاہ سلامت دو برس سے زیادہ زندہ نہیں رہیں گے؟"

"بالکل نہیں۔ میرا حساب یہی کہتا ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"اچھا اب تم حساب لگا کر یہ بتاؤ کہ تمہاری عمر کتنی باقی رہ گئی ہے؟"

یہودی نجومی اس سوال سے کچھ تھوڑا سا گھبرایا، مگر جلد ہی سنبھل گیا اور بولا:

"میں ابھی حساب لگا کر بتائے دیتا ہوں۔"

اور نجومی نے حساب لگانا شروع کر دیا۔ بادشاہ خلیفہ ہارون الرشید اور وزیراعظم اور شاہی حکیم عنبر کے سوالوں کو غور سے سن رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد یہودی نجومی نے اپنا زائچہ بنا لیا اور مسکراتے ہوئے بولا:

"سنو اے نوجوان حکیم! میری عمر کا زائچہ میرے سامنے ہے۔ اس زائچے کے مطابق میری عمر ابھی چالیس برس باقی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"یعنی تم ابھی نہیں مر سکتے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں ابھی چالیس برس تک زندہ رہوں گا۔"

اتنا سن کر عنبر نے وزیر اعظم کی طرف دیکھا اور ہاتھ سے یہودی نجومی کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"میری شرط پوری کی جائے۔ اس یہودی نجومی کا سر کاٹ کر بادشاہ سلامت کے سامنے پیش کیا جائے۔"

یہودی نجومی تو خوف سے کانپنے لگا۔ عنبر نے بادشاہ سلامت کی طرف دیکھا:

"حضور انور! میری شرط پوری ہونی چاہیے؟"

وزیر اعظم نے ایک پہرے دار کی طرف دیکھ کر حکم دیا:

"نجومی کو لے جاؤ اور اس کا سر کاٹ کر بادشاہ سلامت کے حضور پیش کرو۔"

یہودی نجومی کی ٹانگوں میں چلنے کی بھی طاقت نہیں رہی تھی۔ سپاہی اسے اُٹھا کر باہر لے گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد نجومی کا سر کاٹ کر طشت میں رکھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔

عنبر نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"حضور انور! یہ اس شخص کا سر ہے جو ابھی ابھی کہہ رہا تھا کہ میری عمر ابھی چالیس سال باقی ہے اور میں نہیں مر سکتا۔ میں ابھی چالیس برس تک زندہ رہوں گا۔ آپ خود اندازہ لگا لیجئے کہ جو شخص اپنے بارے میں حساب غلط لگاتا ہے وہ آپ کے بارے میں کیسے صحیح حساب لگائے گا۔ جسے خود نہیں معلوم تھا کہ میری عمر دس سیکنڈ رہ گئی ہے وہ آپ کے بارے میں کیسے کہہ سکتا ہے کہ آپ کی عمر دو برس باقی رہ گئی ہے؟"

خلیفہ ہارون الرشید یہ سن کر عنبر کی ذہانت پر دنگ رہ گیا۔ وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے عنبر کو قریب بلا کر اسے گلے سے لگایا اور کہا:

"اے نوجوان! تو نے مجھے پھر سے نئی زندگی دے دی ہے۔ میں تمہارا احسان عمر بھر نہیں بھولوں گا۔"

عنبر نے کہا:

"اے بادشاہ سلامت! نئی زندگی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔ اس نجومی نے آپ کے سامنے جھوٹ بولا تھا۔ زندگی اور موت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ کسی کی

کتنی زندگی باقی ہے۔ اس لیے اب خوش ہو کر اٹھیے اور رعایا کی خدمت کیجیے۔"

ہارون الرشید کے چہرے پر پھر سے زندگی کی تازگی آ گئی۔ وزیر اعظم برمکی اور شاہی حکیم بھی بادشاہ کو پھر سے تندرست ہوتے دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ انہوں نے عنبر کی عقل مندی کی بہت تعریف کی خلیفہ ہارون الرشید نے عنبر سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور بغداد میں اس کا کیوں کر آنا ہوا تھا؟ عنبر نے ساری کہانی بیان کر دی اور یہ بھی کہا کہ وہ مصر میں ضرور پیدا ہوا تھا مگر وہ کسی حکومت کے خلاف نہیں ہے:

"اگر میں آپ کا دشمن ہوتا تو آپ کو تندرست نہ کرتا۔ آپ کا دشمن یہ یہودی نجومی تھا جس کا سر آپ کے سامنے پڑا ہے۔"

خلیفہ ہارون الرشید نے کہا:

"آج سے تم ہمارے خاص مشیر ہو اور ہمارے طبیبِ خاص بھی ہو۔"

عنبر نے کہا:

"حضور انور! حکیم خاص آپ کے شاہی حکیم صاحب ہی ہوں گے مگر آپ کے حکم کے مطابق میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کی مدد ضرور کروں گا۔"

وزیر اعظم اور شاہی حکیم نے کہا کہ ہم عنبر کے ساتھ تعاون کریں گے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے خوش ہو کر عنبر کو گلے کا قیمتی ہار تحفے میں دیا اور اسی وقت حکم صادر کر دیا کہ عنبر کو محل کے خوب صورت باغ میں ایک سنگ مرمر کا مکان عطا کیا جائے اور نوکر چاکر ہر وقت اس کی خدمت کے لیے وہاں موجود ہوں۔ عنبر نے بادشاہ سلامت کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے لوٹ کر اپنے شاہی مکان میں آگیا۔

عنبر کو ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن وہ وہاں رہ کر ناگ اور ماریا کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ اس شاہی مکان میں رہنے لگا۔ وہ دن کے وقت بادشاہ کے دربار میں بھی جاتا اور شہر میں اور شہر کے ارد گرد گھوم پھر کر ناگ اور ماریا کو تلاش بھی کرتا۔ کتنے ہی دن گذر گئے مگر ناگ اور ماریا کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ عنبر نے بغداد چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ ایک روز بادشاہ سے اجازت طلب کرنے گیا تو بادشاہ بڑا پریشان تھا۔

عنبر نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو بادشاہ نے کہا:

"حسن بن صباح نے بغاوت کر دی ہے۔ اس نے اپنے قلعے میں اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ ہم بڑے پریشان ہیں کیوں کہ ہم اس کے قلعے کو فتح نہیں کر سکتے۔ ہماری فوجوں نے قلعے کا محاصرہ کر کے بھی دیکھ لیا ہے۔ قلعے کو کسی خفیہ طریقے سے رسد پہنچتی رہتی ہے۔ پانی قلعے کے اندر سے نکلتا ہے۔ ہم اسے فتح نہیں کر سکے۔"

عنبر نے کہا:

"کیا اس قلعے کو شاہی فوج بھی تباہ نہیں کر سکتی جہاں پناہ!"

بادشاہ نے فکر مند ہو کر کہا:

"حسن بن صباح کا قلعہ پہاڑی کے اوپر بڑی خطرناک چٹانوں کے درمیان بنا ہوا ہے۔ وہاں تک دنیا کی کوئی فوج نہیں جا سکتی۔ ہماری فوج نے کئی بار قلعے تک پہنچنے کی کوشش کی مگر حسن صباح کے سپاہیوں نے آگ کے تیروں کی بارش کر دی چونکہ وہ اوپر چٹانوں میں خفیہ ٹھکانے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں اس لیے ہمارے سپاہی انہیں ہلاک نہیں کر سکتے۔ ہم حسن بن صباح کو کچل دینا چاہتے ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ قلعے کو کیسے فتح کیا جائے؟"

عنبر نے حسن بن صباح کے بارے میں اور اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قلعے کے بارے میں پہلے بھی بہت کچھ سن رکھا تھا۔
اسے یہ بھی معلوم تھا کہ حسن بن صباح کے سپاہی اس
کے ایک اشارے پر اس پر اپنی جان فدا کر دیتے
ہیں۔ اسی لیے انہیں فدائی کہا جاتا ہے اور اس کے فدائی
ہر جگہ پر موجود ہیں۔ وہ جس کو چاہے حسن صباح کے
اشارے پر قتل کر دیتے ہیں جس کو قتل کرنا ہو اس کے
پاس پہلے ایک خنجر پہنچاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے
کہ ہم تمہیں قتل کرنے والے ہیں۔ وہ آدمی چاہے غاروں
کے اندر چلا جائے حسن صباح کے فدائی اسے ٹھیک وقت
پر قتل کر ڈالتے ہیں۔ اس کے فدائی جاسوس بن کر شاہی
درباروں میں بھی بھیس بدل کر نوکریاں کرتے ہیں۔ کوئی نہیں
بتا سکتا کہ دربار میں کون سا آدمی حسن بن صباح کا فدائی
ہے اور وہ کس وقت کس کو قتل کر ڈالے گا۔ بادشاہ
نے عنبر کو سرہانے کے نیچے سے ایک دو دھاری آگے
سے مڑا ہوا خنجر نکال کر دکھایا اور کہا:

"حسن بن صباح کو اتنی جرأت ہو گئی ہے کہ اس
نے ہمیں بھی قتل کی دھمکی دی ہے اور یہ خنجر
اپنے کسی فدائی جاسوس کے ذریعے ہمارے سرہانے
کے نیچے رکھوا دیا ہے۔"

عنبر حیران رہ گیا۔ کہنے لگا:

"اس کا تو صاف صاف مطلب یہی نکلتا ہے کہ
حسن بن صباح کے جاسوس ہمارے دربار شاہی
میں بھی موجود ہیں۔"

بادشاہ بولا:

"ہاں — اور یہی بات ہمیں بہت زیادہ پریشان
کر رہی ہے۔ کیوں کہ ہم کسی شخص پر ہاتھ رکھ کر
نہیں کہہ سکتے کہ یہ شخص حسن بن صباح کا جاسوس ہے
اور ہمارا دشمن ہے۔"

عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ بادشاہ کی زندگی خطرے میں تھی۔
وہ اس کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے بھی کہ وہ مسلمانوں
کا بادشاہ تھا اور اس لیے بھی کہ وہ بڑا نیک اور انصاف
پسند بادشاہ تھا اور غریب رعایا کی بڑی مدد کرتا تھا۔ اس
کا زندہ رہنا عالمِ اسلام اور غریب رعایا کے لیے بہت
ضروری تھا۔ مگر اس کا دشمن حسن بن صباح بے حد مکار
عیار اور چالاک شخص تھا۔ وہ ایک خطرناک پہاڑی پر
قلعہ بند ہو کر رہتا تھا اور اس کے سپاہی اس کے ذرا سے
اشارے پر اپنی جان قربان کر دیتے تھے۔ وہ ایک سفاک
قاتل تھا اور وہ اب تک کئی لوگوں کو ان کے گھروں میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قتل کروا چکا تھا۔ چونکہ اس کے جاسوس جو اس پر جان فدا کرتے تھے گھروں، محلوں، گلی کوچوں اور شاہی دربار تک میں گھسے ہوئے تھے اس لیے اس کی زد سے کوئی بھی بچا ہوا نہیں تھا۔ وہ جس کو چاہتا قتل کروا دیتا تھا یہی وجہ تھی کہ خود بادشاہ پریشان تھا۔

بادشاہ نے عنبر نے کہا:

"ہم حسن بن صباح کے جاسوسوں کا سراغ نہیں لگا سکتے۔ ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ وہ کس کس طرح کے بھیس بدل کر ہمارے دربار میں موجود ہیں۔ اس وقت ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اس کے قلعے کو کسی طریقے سے فتح کر کے تباہ کر دیا جائے۔ جب دشمن کا گڑھ ختم ہو جائے گا تو ہو سکتا ہے کہ اس کی سرگرمیوں میں بھی کمی آ جائے۔"

عنبر نے کہا:

"بادشاہ سلامت! اس قلعے کو ہم طاقت کے ذریعے نہیں بلکہ کسی ترکیب، کسی تدبیر کے ذریعے ہی ختم کر سکتے ہیں۔"

بادشاہ نے کہا:

"یہی ہم بھی چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی تدبیر نکالو کہ ہم

اس دشمن سے جو ہماری جان کا بھی قاتل ہے نجات حاصل کریں اور اپنی رعایا کو بھی اس بدکردار قاتل کے فتنے سے نجات دلوائیں۔"

عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ بادشاہ نے خنجر کو سنگ مرمر کی ہیرے موتی جڑی میز پر رکھا اور کہا:

"ہم دربار میں حسن بن صباح کے بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتے۔ ہمیں کوئی خبر نہیں کہ کون اس کا جاسوس ہے اور اس کو ساری بات جا کر بتا دے اس لیے ہم نے تمہیں خاص طور پر اپنی خواب گاہ میں بلایا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"مجھے ایک دن غور کرنے کی مہلت دیجئے۔ اس دوران میں آپ کسی سے اس بارے میں کوئی بات نہ کریں۔ انشاء اللہ اس فتنے سے نجات کی کوئی راہ نکل آئے گی۔"

اتنا کہہ کر عنبر نے جھک کر تعظیم کی اور باہر نکل گیا۔

دوسرے دن عنبر حسن بن صباح کے قلعے کو فتح کرنے اور اس کے جاسوسوں کا سراغ لگانے کے بارے میں سوچتا رہا۔ حسن بن صباح نے اپنے قلعے کا نام ہی الموت یعنی موت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا قلعہ رکھ چھوڑا تھا۔ کیوں کہ وہاں تک باہر کا کوئی آدمی نہیں پہنچ سکتا تھا اور وہاں بیٹھ کر لوگوں کو قتل کرنے کے حکم جاری کیے جاتے تھے۔ حسن بن صباح نے اپنے قلعے میں ایک جنت بھی بنا رکھی تھی۔ جہاں نہریں بہتی تھیں، پھولوں کے تختے تھے اور اس کے فدائیوں کو وہاں بھنگ پلا کر بھیج دیا جاتا تھا۔ وہ بھنگ کی ترنگ میں اس جھوٹی جنت کی سیر کرتے اور پھر جب انہیں ہوش آنے لگتا تو حسن بن صباح اٹھ کر وہ دوسروں کو بتاتے کہ رات انہوں نے اپنے مالک کی جنت کی سیر کی تھی۔ حسن بن صباح نے اپنے فدائیوں کو یقین دلا رکھا تھا کہ مرنے کے بعد وہ اسی جنت میں ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے چلے جائیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا ہر فدائی ہر سپاہی اس پر جان قربان کر کے جلدی سے جلدی اس بنادی جنت میں جانے کا خواہش مند تھا اور وہ ذرا اشارہ کرتا تو اس کا فدائی اپنی جان قربان کر دیتا تھا۔

حالات بڑے مشکل اور الجھے ہوئے تھے۔ مگر عنبر نے بادشاہ کو بچانے اور قلعے کی بنادی جنت کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسلام میں یہ ایک بہت بڑا فتنہ تھا اور عنبر اس فتنے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر

دینا چاہتا تھا۔ شام کے وقت وہ بادشاہ سے ملنے دریا پر گیا۔ بادشاہ دریا کے کنارے والے محل کے باغ میں بیٹھا کچھ درباریوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ اسے عنبر کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے درباریوں کو رخصت کر دیا۔ وہ عنبر سے اکیلے میں ملنا چاہتا تھا۔ عنبر نے آ کر کورنش بجا لائی۔ بادشاہ آبنوس کے تخت پر بیٹھا تھا جس پر جواہرات کا چھتر تھا۔ اس نے عنبر کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"عنبر! تم نے کچھ سوچا؟"

عنبر نے کہا:

"بادشاہ سلامت! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ قلعہ الموت کے فتنے کو ہمیشہ کے لیے مٹا دینا ہو گا۔ اس کے لیے میں بھیس بدل کر قلعے میں کسی طرح سے داخل ہو جاؤں گا اور قلعے کے اس کمزور پہلو کو تلاش کروں گا جہاں سے اسے تباہ کیا جا سکتا ہے۔"

بادشاہ نے کہا:

"اگر تم قلعے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو جاؤ تو پھر تم حسن بن صباح کو قتل بھی کر سکتے ہو۔"

عنبر کو چونکہ اچھی طرح معلوم تھا کہ تاریخ میں حسن بن صباح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے ہاتھوں قتل نہیں ہوا تھا اس لیے وہ اسے قتل کر کے تاریخ کے آنے والے سارے واقعات کی کڑیوں کو درہم برہم نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے کہا،

"جہاں پناہ! میری سب سے پہلی کوشش یہی ہوگی کہ حسن بن صباح کو قتل کر دوں۔ آپ فکر نہ کریں۔"

بادشاہ بولا:

"لیکن عنبر! اس قلعے میں داخل ہونا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ ایک تو وہ قلعہ بلند چٹانوں پر بنا ہوا ہے پھر صباح کے جاں نثار فدائی راستے میں جگہ جگہ چھپ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی بھولا بھٹکا مسافر بھی ادھر آ نکلے تو وہ اس کی تکا بوٹی کر دیتے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"بادشاہ سلامت! میں ان سب خطروں سے واقف ہوں۔ اس کے باوجود میں قلعے میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا۔"

بادشاہ کہنے لگا:

"اگر تم اپنے ساتھ سپاہیوں کا مسلح دستہ لے جانا چاہو تو میں اپنے بہترین جانباز مجاہد تمہارے ساتھ بھجوا دوں گا۔"

عنبر بولا:

"اس کی ضرورت نہیں ہے جہاں پناہ! میں خفیہ طریقے سے قلعے میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔"

بادشاہ نے کہا:

"میری دعائیں تمہارے ساتھ ہوں گی عنبر! اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو سلطنت عباسیہ کی تاریخ میں تمہارا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔"

"خدا مجھے کامیاب کرے۔"

"آمین!"

بادشاہ نے آگے بڑھ کر عنبر کو گلے لگایا۔ اس کے لیے دعا کی اور عنبر واپس اپنے شاہی مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔

○

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تباہی کا راز

اسی رات بادشاہ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔

بادشاہ خلیفہ ہارون الرشید عنبر کو رخصت کرنے کے بعد اپنے شاہی محل میں آ گیا۔ کچھ وقت اس نے وزیر اعظم برمکی اور شاہی حکیم کے ساتھ گذارا۔ خلیفہ نے وزیر اعظم اور شاہی حکیم کو عنبر کے بارے میں کچھ نہ بتایا کہ وہ بھیس بدل کر قلعے میں جا کر حسن بن صباح کو ہلاک کرنے کی کوشش کرنے والا ہے۔ رات کو وہ اپنے خاص محل میں آ گیا۔ اس نے ملکہ اور بچوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ کچھ دیر باتیں کیں اور پھر اپنی خواب گاہ میں سونے کے لیے چلا گیا۔

بادشاہ باطنی صباح کے بارے میں پریشان تھا۔ اگرچہ اس کے محل کے گرد سخت پہرہ لگا ہوا تھا پھر بھی اسے ہر دم اپنی جان کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حسن بن صباح کے جاں نثار فدائی ہر جگہ موجود ہوتے تھے اور وہ کسی کو بھی کسی بھی وقت ہلاک کر سکتے تھے۔ وہ بادشاہ کے

کئی گورنروں، امیروں اور شہر کے سوداگروں کو قتل کر چکے تھے۔ انہوں نے تو بادشاہ کے تکیے کے نیچے بھی اس یاد دہانی کے لیے خنجر رکھ دیا تھا کہ ہم تمہیں بھی قتل کر سکتے ہیں جو شخص اس قدر سخت پہرے میں خنجر لے کر بادشاہ کے کمرے میں داخل ہو سکتا ہے وہ بادشاہ کو قتل بھی کر سکتا تھا۔ اسی لیے بادشاہ پریشان تھا۔ کیوں کہ اسے یہ بھی شک تھا کہ ہو سکتا ہے حسن بن صباح کا کوئی جانثار فدائی پہرے داروں میں سے کوئی ایک پہرے دار ہو اور وہ بادشاہ کو قتل کر دے۔

بادشاہ نے ایک خفیہ رسی پلنگ کے ساتھ لٹکا رکھی تھی جس کو کھینچنے سے سارے محل میں گھنٹیوں کا شور گونج اٹھتا تھا۔ اس رسی کے بارے میں سوائے بادشاہ اور اس آدمی کے جس نے اسے تیار کیا تھا، اور کسی کو خبر نہیں تھی۔ بادشاہ کچھ دیر کمرے میں پلنگ کے پاس ٹہلتا رہا۔ پھر اس نے شمعیں بجھا دیں۔ خواب گاہ میں اندھیرا چھا گیا۔ صرف کھڑکی پر جو ریشمی پردا گرا ہوا تھا اس میں سے چاند کی ہلکی ہلکی روشنی چھن چھن کر اندر آ رہی تھی۔

جانے کیوں بادشاہ کا دل کہہ رہا تھا کہ آج کوئی بات ہونے والی ہے۔ اس نے پلنگ پر دو تکیے لے کر اوپر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمبل ڈال دیا۔ ایسا لگنے لگا جیسے بادشاہ کمبل اوڑھے
رہا ہے اور خود تلوار لے کر پلنگ کے پیچھے چھپ کر
بیٹھ گیا۔ بادشاہ کا اندازہ بالکل صحیح نکلا۔ جب رات آدھی
سے زیادہ گذر گئی تو خواب گاہ کی کھڑکی کا پٹ وہ ایک
طرف ہٹا اور ایک آدمی جس نے منہ سر لپیٹ رکھا
تھا ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر لیے اندر آ گیا۔ وہ سیدھا بادشاہ
کے پلنگ کے پاس آیا اور کمبل کے نیچے چھپائے ہوئے
سرہانوں کو بادشاہ سمجھ کر اس پر وار کر دیا۔

بادشاہ نے پلنگ کے پیچھے سے نکل کر قاتل کے
بازو پر تلوار کا بھرپور وار کیا جس سے اس کا پورا بازو کٹ
کر دور جا گرا۔ بادشاہ نے خطرے کی گھنٹیوں کی رسی کھینچ
دی۔ محل میں شور مچ گیا۔ قاتل درد سے کراہتا ہوا ایک
طرف کو گرا اور زمین پر گرے ہوئے خنجر سے خود کشی کرنے
ہی لگا تھا کہ بادشاہ نے دوسرا وار کر کے اس کا دوسرا
بازو بھی کاٹ دیا۔ اتنے میں سپاہی بھی تلواریں لہراتے
اندر آ گئے۔

بادشاہ نے حکم دیا:

"اسے قتل مت کرنا۔ زندہ رکھنے کی کوشش کرو۔"

بادشاہ کا خیال تھا کہ قاتل سے دوسرے ایسے جاسوسوں

کا پتہ مل جائے گا جو دربار میں موجود ہیں اور حسن بن
صباح کے اشاروں پر لوگوں کو قتل کرتے پھرتے ہیں مگر
قاتل نے ایک سپاہی کی تلوار پر اپنے آپ کو گرا دیا۔
تلوار اس کے پیٹ کے اندر جا گھسی اور وہ تڑپ
تڑپ کر مر گیا۔ عنبر بھی وہاں آ گیا تھا۔ بادشاہ نے اسے
ایک طرف لے جا کر اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ
قاتل نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا:

"ہم اس سے دوسرے جاسوسوں کے بارے میں
معلومات حاصل نہیں کر سکے۔"

عنبر نے پوچھا:

"یہ قاتل کون سا تھا؟ کیا اس کا تعلق شاہی دربار
سے تھا؟"

بادشاہ نے کہا:

"پریشانی کی یہی بات ہے کہ قاتل ہمارے شاہی
محل کا ایک پہرے دار تھا۔"

بادشاہ نے اسی وقت شاہی محل کے باقی تمام پہریداروں
کی گرفتاری کا حکم دے دیا اور عنبر سے کہا کہ اسے اپنی مہم
تیز کر دینی چاہیے،

"اگر اس ملک کے بادشاہ پر قاتلانہ حملہ ہو سکتا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو پھر یہاں کے کسی آدمی کی زندگی سفاک قاتل حسن بن صباح کے قاتلوں سے محفوظ نہیں ہے۔"

عنبر نے جواب میں کہا:

"میں کل اپنی مہم شروع کر رہا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔ خدا نے چاہا تو اس فتنے کو خاک میں ملا دیا جائیگا۔"

عنبر اپنے سنگ مرمر کے مکان میں آ کر ٹہلنے لگا۔ رات کافی گذر چکی تھی۔ دریا کی طرف ہلکی ہلکی چاندنی میں کھجور کے درختوں کے سائے سے دکھائی دے رہے تھے۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ رات کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ عنبر چھت کی بارہ دری میں آ کر دریا کا نظارہ کرنے لگا۔ چاند کی روشنی دریا پر پڑ رہی تھی اور اس کا پانی چمک رہا تھا۔

عنبر کو سامنے والے محل کی ڈیوڑھی سے ایک گھوڑ سوار اندھیرے میں نکلتا نظر آیا۔ وہ محل کی دیوار کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ کسی خفیہ مہم پر جا رہا ہے۔ ابھی ابھی بادشاہ سلامت پر محل میں قاتلانہ حملہ ہوا تھا اور اس کے تھوڑی دیر بعد شاہی محل سے ایک گھوڑ سوار نکل کر جنوب کی پہاڑیوں کی طرف آدھی رات کے اندھیرے میں بھاگا جا رہا تھا۔

عنبر فوراً اپنے مکان کی چھت سے نیچے اترا۔ گھوڑے

پر سوار ہوا اور اسے لے کر پُر اسرار گھوڑ سوار کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ اس نے رات کے اندھیرے اور ہلکی ہلکی چاندنی کے مطابق اتنا فاصلہ رکھا کہ پُر اسرار گھوڑ سوار اگر پیچھے مُڑ کر دیکھے تو اسے عنبر نظر نہ آئے۔ گھوڑ سوار شہر کی فصیل سے نکل کر ویران پہاڑیوں اور ٹیلوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ عنبر اس کا برابر تعاقب کر رہا تھا۔

گھوڑ سوار بہت تیز گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ اس کا کالا لبادہ ہوا میں اس کے پیچھے لہرا رہا تھا۔ عنبر اندھیرے میں بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ گھوڑ سوار گھاٹیوں میں سے گذرتا، ٹیلوں پر چڑھتا، وادی اور صحرا میں سے ہوتا اس پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا جس کی چوٹی پر سنگلاخ اور نوکیلی چٹانوں کے درمیان حسن بن صباح کا قلعہ بنا ہوا تھا۔ عنبر فوراً سمجھ گیا کہ یہ گھوڑ سوار کوئی جاسوس ہے جو حسن بن صباح کو بادشاہ پر ناکام قاتلانہ حملے کی خبر دینے جا رہا ہے۔ عنبر نے اس کا پیچھا جاری رکھا۔ پہاڑی کے دامن میں پہنچ کر گھوڑ سوار ایک جگہ کھجوروں کے جھنڈ کے پاس رُک گیا۔ عنبر نے بھی ریت کے ٹیلے کی اوٹ میں اپنا گھوڑا روک لیا۔

پر اسرار گھوڑ سوار نے ایک مشعل روشن کی اور اسے تین بار ہوا میں لہرا کر ریت میں پھینک کر بجھا دیا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہاڑی کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد پہاڑی کے اوپر کسی نے مشعل روشن کر کے تین بار ہوا میں لہرائی۔ اس کے ساتھ ہی گھوڑ سوار پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔ عنبر بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ جہاں پہاڑی کی چڑھائی شروع ہوتی تھی وہاں حسن صباح کے جاں نثار فدائی جھاڑیوں اور پتھریلی چٹانوں میں چھپ کر چوبیس گھنٹے پہرہ دیا کرتے تھے۔ گھوڑ سوار نے کوئی خفیہ لفظ بولا جس کے جواب میں جاں نثاروں نے ایک نعرہ لگایا اور اسے جانے کی اجازت دے دی۔

پر اسرار گھوڑ سوار قلعے کی چڑھائی چڑھنے لگا۔

یہاں پہنچ کر عنبر رُک گیا۔ کیوں کہ اسے خفیہ لفظ معلوم نہیں تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اس راستے سے کیسے گذرے کہ جاں نثار پہرے داروں کو خبر تک نہ ہو۔ عنبر کو معلوم تھا کہ جاں نثاروں نے اس پر حملہ بھی کیا تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا مگر وہ خاموشی سے اور کسی کو خبر لگے بغیر قلعے میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ وہ گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ پہلا کام اس نے یہ کیا کہ گھوڑے کو واپس محل کی طرف بھگا دیا۔ پھر جھاڑیوں کے پیچھے سے ہو کر ریت پر کھسکتا کھسکتا ان بڑے بڑے پتھروں کی طرف بڑھا جن کے پیچھے پہرے دار جان نثار چھپے ہوئے تھے۔ عنبر نے

دیکھ لیا تھا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پتھروں اور جھاڑیوں کے پیچھے جانثار چھپے ہوئے ہیں اور پہرہ دے رہے ہیں۔

زمین پر رینگتے ہوئے عنبر ایک جاں نثار کے پیچھے پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ جاں نثار نے سیاہ لباس پہن رکھا ہے۔ سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ بندھا ہے۔ گلے میں تلوار لٹکی ہوئی ہے۔ تیر کمان پاس پڑا ہے۔ خنجر ہاتھ میں ہے اور وہ گھات لگائے بیٹھا اس کچے راستے پر نظریں جمائے ہوئے ہے جو قلعے کی طرف جاتا ہے۔ یہاں جو کوئی بھی اجنبی مسافر گذرتا یہ جاں نثار اسے تیر مار کر ہلاک کر دیتے اور اس کی لاش گڑھے میں پھینک دیتے تھے۔ کسی کو ادھر آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

عنبر رینگتا ہوا جانثار کے سر پر پہنچ گیا۔ اچانک جانثار کو آہٹ محسوس ہوئی۔ اس نے جونہی سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ عنبر نے اس کی گردن دونوں ہاتھوں میں دبوچ لی۔ جانثار نے خنجر سے عنبر کے جسم پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ خنجر عنبر کے جسم میں کھپ رہے تھے مگر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکل رہا تھا اور زخم بھی نہیں ہو رہے تھے۔ چند سیکنڈ سیکنڈ کے بعد ہی جانثار کے ہاتھ سست پڑ گئے۔ عنبر کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوہے ایسے ہاتھوں کے شکنجے نے جانثار کی گردن کی رگوں کو مسل کر رکھ دیا۔ اس کی آنکھیں اور زبان باہر نکل آئی اور وہ مر گیا۔ عنبر نے جلدی جلدی اپنا لباس اتار کر جانثار فدائی کا سیاہ لبادہ پہن کر سیاہ عمامہ باندھا۔ کمر میں تلوار لٹکائی، ہاتھ میں خنجر لیا اور جاں نثار کی لاش کو قریب ہی ایک گڑھے میں پھینک کر اوپر جھاڑیاں ڈال دیں۔

پھر وہ خاموشی سے پتھروں کی اوٹ میں حسن بن صباح کا جاں نثار بن کر چپکے سے بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ جانثار کب پہرہ بدل کر قلعے میں جاتے ہیں۔ وہ اکیلا ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح سے اس کے راز فاش ہو جانے کا خطرہ تھا۔ اس کا کام حسن بن صباح کو قتل کرنا نہیں بلکہ قلعے کا جائزہ لینا اور پھر یہ معلوم کرنا تھا کہ قلعے پر کس طرف سے چڑھائی ہو سکتی ہے؟ قلعے کا جب محاصرہ کیا جاتا ہے تو اس کے اندر کھانے پینے کی چیزیں کدھر سے جاتی ہیں؟ اور دوسرے یہ کہ قلعے کو کس طریقے سے تباہ کیا جا سکتا ہے۔ اس نے تاریخ میں پڑھ لیا تھا کہ حسن بن صباح کو کسی نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ قلعے کو تباہ ہوتے دیکھ کر اس نے قلعے کی فصیل سے چھلانگ لگا کر خودکشی

کر لی تھی۔ عنبر تاریخ کے واقعات کو الٹ پلٹ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ کسی نہ کسی طرح قلعے کے اندر پہنچنا چاہتا تھا۔

جب رات گذر گئی اور صبح کا اجالا چاروں طرف پھیل گیا تو رات کو پہرہ دینے والے جاں نثار پتھروں اور جھاڑیوں کی اوٹ سے نکل نکل کر قلعے کی طرف جانے لگے۔ ان کی جگہ دوسرے جاں نثار آ رہے تھے۔ عنبر بھی پتھروں کے پیچھے سے نکل کر قلعے کی طرف چل پڑا۔ اب اسے ایک ڈر یہ تھا کہ جانثار اسے اجنبی سمجھ کر گرفتار نہ کر لیں۔ وہ اسے ہلاک تو کبھی بھی نہیں کر سکتے تھے مگر اس کے گرفتار ہو جانے سے بھی عنبر کا کام رُک جاتا تھا اور وہ اپنے کام کو روکنا نہیں چاہتا تھا۔ عنبر کے پاس ایک جانثار آ کر عربی میں بولا:

"رات مجھے اُونگھ آ گئی تھی۔ پھر میں بہت جلد ہوشیار ہو گیا۔ تمہیں تو اونگھ نہیں آئی تھی؟"

عنبر سمجھ گیا کہ یہاں رات کو پہرہ دینے والے جاں نثار ایک دوسرے کی شکلوں سے زیادہ واقف نہیں ہیں، کیونکہ اگر وہ ایک دوسرے کی شکلوں سے واقف ہوتے تو یہ جاں نثار فوراً پہچان جاتا کہ عنبر کوئی اجنبی شخص ہے۔ اس سے عنبر کو تسلی ہوئی۔ اس نے بھی عربی میں کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں کبھی نہیں اونگھ سکتا۔ حسن بن صباح ہمارا مالک ہے اس کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔"

دوسرا جانثار بولا:

"فرض نہیں ایمان ہے، کہو ایمان ہے۔"

عنبر نے جلدی سے کہا:

"ہاں - ایمان ہے۔"

پھر اس نے عنبر کی طرف غور سے دیکھ کر کہا:

"تم مجھے اجنبی دکھائی دیتے ہو۔"

عنبر پریشان ہو گیا۔ یونہی ذرا سا کھانس کر بولا:

"نہیں نہیں۔ میں تو....."

جانثار نے اس کی بات کاٹ کر کہا:

"اچھا اچھا۔ تم جانثاروں کے اس دستے کے ساتھ آئے ہو جو ملک شام سے کل رات قلعے میں پہنچا تھا۔"

عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ کل رات ملک شام سے جانثاروں کا کوئی دستہ قلعے میں پہنچا تھا۔ اس نے فوراً جواب دیا:

"ہاں ہاں - میں اسی دستے کے ساتھ آیا ہوں۔ میرا نام جبال بن غازی ہے۔"

جانثار نے اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"خدا کی قسم تم شام کے لوگ غدار ہوتے ہو لیکن اگر تم نے ہمارے مالک صباح کے خلاف کوئی حرکت کی تو میری تلوار تمہارے اتنے ٹکڑے کریگی کہ اسے کوئی بھی گن نہ سکے گا۔"

عنبر نے بھی اپنی تلوار پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا:

"خدا کی قسم ہماری جانیں مالک صباح پر قربان ہوں ہم غدار نہیں ہیں۔ غداروں کو ہم ملک شام میں پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔"

اسی طرح باتیں کرتے وہ قلعے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ عنبر نے دیکھا کہ قلعے کے دروازے تک ایک پل بنا ہوا تھا جو چٹانوں پر کھڑا تھا اور جس کے نیچے اتنی گہری کھائی تھی کہ اگر کوئی انسان گر پڑے تو اس کی لاش بھی نہ ملے۔ یہ پل لکڑی کا تھا اور قلعے کے دروازے کی جانب سے رسوں کے ذریعے اوپر اٹھایا اور گرایا جاتا تھا۔ یہ پل اس وقت اُوپر اُٹھا ہوا تھا۔ جب سب سیاہ پوش جانثار وہاں جمع ہو گئے تو انہوں نے مل کر حسن بن صباح کی جنت کا خفیہ نعرہ بلند کیا۔ اس کے ساتھ ہی پل نیچے آنے لگا۔ جب پل کھائی کے اوپر چٹانوں کے ساتھ آکر لگ گیا تو سب جانثار اس پر سے گذر کر قلعے میں داخل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو گئے۔ عنبر بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔

اب ایک اور مسئلہ سامنے کھڑا ہو گیا کہ قلعے میں جا کر عنبر کدھر جائے، اس نے یہی سوچا کہ دوسرے جانثاروں کے ساتھ چلتا جائے۔ کہیں نہ کہیں تو وہ جائیں گے ہی، آخر اس کے واقف جانثار نے اس کی طرف دیکھ کر کہا:

"جمال بن غازی! تم ادھر کہاں چلے آ رہے ہو تمہارے شام سے آئے ہوئے ساتھی تو قلعے کے جنوبی حجروں میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

عنبر نے اپنی گھبراہٹ کو چھپاتے ہوئے مسکرا کر کہا:

"میں ذرا قلعے کی سیر کرنا چاہتا تھا۔"

جانثار نے اپنی اپنی لال آنکھوں سے عنبر کو گھورا اور کہا:

"کیا تمہیں شام سے روانہ ہوتے ہوئے کسی نے نہیں بتایا کہ یہ موت کا قلعہ ہے اور یہاں کسی کو سیر کی اجازت نہیں ہے؟"

عنبر نے سر کھجاتے ہوئے کہا:

"ہاں یاد آیا۔ غلطی ہو گئی۔ جا رہا ہوں۔"

اور عنبر یونہی منہ اٹھا کر قلعے کی مغربی جانب چل پڑا۔ وہ دکھانے کے لیے یوں چل رہا تھا جیسے اسے قلعے کے چپے چپے کی خبر ہو، حقیقت یہ تھی کہ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ جب

وہ شام سے آئے ہوئے جاں نثاروں میں جائے گا تو وہ پہچان لیا جائے گا اور شامی جانثار ہی اسے اجنبی جاسوس سمجھ کر ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہلاک تو وہ نہیں ہو گا لیکن اس کا مشن ناکام ہو جائے گا اور بادشاہ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہ کر سکے گا اور دین اسلام کے خلاف اٹھے ہوئے اس فتنے کو بھی وہ نہ مٹا سکے گا جس کا عہد کر کے وہ شاہی محل سے نکلا تھا۔ قلعے کی مغربی جانب فصیل کی دیوار کے اندر غاروں کی شکل کے حجرے بنے ہوئے تھے۔ یہاں اس نے سیاہ کپڑوں والے جانثاروں کو دیکھا جو چل پھر کر پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر پر کسی نے شک نہ کیا۔ شام سے آنے والے جانثار ایک دوسرے سے زیادہ واقف نہیں تھے۔

رات کے وقت ان جانثاروں کو حسن بن صباح کے دربار میں پیش کیا جانا تھا۔ یہ کل پندرہ جانثار تھے جن میں اب عنبر بھی شامل ہو گیا تھا۔ حسن بن صباح کا دربار تلے نیچے تہہ خانے میں لگا تھا۔ عنبر دوسرے لوگوں کے ساتھ کئی ایک سیڑھیاں اتر کر تہہ خانے میں پہنچا۔ بہت بڑا ہال کمرہ تھا۔ فرش پر قالین بچھے تھے۔ چاندی کا تخت لگا تھا جس پر ایک سیاہ پوش اونچا لمبا مضبوط جسم اور چھوٹی سی سیاہ ڈاڑھی والا آدمی سر پر بڑا سیاہ عمامہ پہنے بیٹھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ اس کی آنکھیں عقاب کی طرح تیز اور چمکیلی تھیں۔ انگلیوں میں قیمتی جواہرات کی انگوٹھیاں تھیں۔ تخت کی دونوں طرف صباح کے جانثار فدائی ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔ شام سے آنے والے جانثاروں کو ایک ایک کر کے لایا جانے لگا یہاں ان کی آخری آزمائش تھی۔ ہر جانثار کو بھنگ کا پیالہ پینے کو دیا جاتا پھر ان کے بازو پر گرم گرم لوہے کی مہر لگائی جاتی۔ اگر کوئی جانثار تکلیف سے چلاتا تو جلاد وہیں کھڑے کھڑے اس کی گردن اتار دیتا۔ جب عنبر کی باری آئی تو اسے حسن بن صباح کے سامنے لایا گیا۔ عنبر نے جھک کر سلام کیا۔ مکار اور خونی صباح نے بڑے غور سے عنبر کو دیکھا:

"تمہارا نام؟"

"جبال بن غازی مالک!"

"نجد کے ہو یا شام کے؟" حسن بن صباح نے پوچھا۔

عنبر نے یوں ہی کہہ دیا:

"نجد کا ہوں مالک۔"

حسن بن صباح مسکرایا:

"مگر تمہارا رنگ مصریوں جیسا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"میں مصر میں پیدا ہوا تھا۔"

حسن بن صباح کے پاس ایک طوطے کی ناک اور کرخت چہرے والا بوڑھا کھڑا تھا۔ اس نے جھک کر صباح کے کان میں کچھ کہا۔ صباح نے گھور کر عنبر کو دیکھا اور کہا:

"چلو ہماری غلامی کا نشان لگواؤ۔"

جسم داغنے والے نے آگے بڑھ کر عنبر کے بازو پر سے کپڑا ہٹایا اور گرم گرم لوہا اس کے بازو پر لگا دیا۔ عنبر کو ذرا سی بھی تکلیف نہ ہوئی مگر اس نے محض دکھاوے کی خاطر چہرے پر معمولی سی تکلیف کا نشان بنایا اور آگے بڑھنے لگا تو مہر لگانے والے نے عنبر کے بازو کو غور سے دیکھ کر کہا:

"مہر نہیں لگی۔"

حسن بن صباح نے اٹھ کر عنبر کے بازو کو دیکھا وہاں سے گوشت جل کر پھر ٹھیک ہو گیا تھا۔ صباح نے عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا:

"یہ کیوں کر ہو گیا؟ کیا تم کوئی جادوگر ہو؟"

عنبر نے کہا:

"مالک! میرے پاس میرے باپ کی دی ہوئی ایک خاص بوٹی ہے۔ اگر آپ وہ بوٹی پانی میں گھول کر پی لیں تو دو روز تک آپ کے جسم پر آگ کا اثر نہیں ہو گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حسن بن صباح نے کہا:

"کیا تم مجھے وہ بوٹی لا کر دے سکتے ہو؟"

عنبر بولا:

"مالک! وہ بوٹی میں نے ایک روز پہلے یہاں پہنچنے پر پانی میں گھول کر پی لی تھی۔ اب میں اسے اس پاس کے جنگلوں میں تلاش کر کے ہی آپ کو دے سکتا ہوں۔"

حسن بن صباح کے لیے یہ ایک انوکھی بوٹی تھی۔ اس نے کہا:

"تمہیں قلعے کے آس پاس اور قلعے کے اندر بوٹی تلاش کرنے کی اجازت ہے۔"

عنبر یہی چاہتا تھا کہ اسے قلعے کے اندر اور باہر سے دیکھنے کی کھلی چھٹی مل جائے۔ اس نے جھک کر آداب بجا لاتے ہوئے کہا:

"میں بوٹی تلاش کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔"

حسن بن صباح نے تلوار کھینچ لی اور اس کی نوک عنبر کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا:

"کوشش نہیں۔ تمہیں بوٹی تلاش کرنی ہو گی۔ اگر دو روز کے اندر اندر تم بوٹی ہمارے پاس نہ لا سکے تو میں

اپنے ہاتھ سے تمہاری گردن اڑا دوں گا۔"

عنبر نے کہا:

"میں بوٹی تلاش کر لوں گا مالک! آپ فکر نہ کریں۔"

صباح مسکرایا:

"اب تم جا سکتے ہو۔ تمہیں قلعے کے اندر اور باہر گھومنے پھرنے کی آزادی ہے۔"

دوسرے روز عنبر نے قلعے کا گھوم پھر کر جائزہ لینا شروع کر دیا۔ قلعہ بہت بڑا تھا۔ اندر کھیت اور میدان تھے جھاڑیوں کی بھرمار تھی۔ ایک جگہ سے پہاڑی چشمہ بہہ رہا تھا۔ محاصرے کے وقت یہاں پانی اور گندم کا پورا پورا انتظام تھا۔ قلعے کی دیواریں چٹانوں کی بنی ہوئی تھیں جن پر نہ تو آگ اثر کرتی تھی اور نہ ان پر سیڑھیاں لگا کر چڑھا جا سکتا تھا۔ اس قلعے کو دنیا کی کوئی طاقت فتح نہیں کر سکتی تھی۔ بوٹی تلاش کرنے کا تو محض بہانہ تھا۔ عنبر نے قلعے کے باہر اور اندر گھوم پھر کر اس کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ قلعے کے اندر ایک پراسرار دنیا آباد تھی۔ دوسرے دن رات کو عنبر نے حسن بن صباح کی جنت کی بھی سیر کی۔ یہاں پھول کھلے تھے اور ٹھنڈے پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حوریں گھوم پھر کر خدمت کر رہی تھیں۔ عنبر اس بناوٹی جنت کے ایک دروازے میں سے گذر کر قلعے کے نیچے آ گیا۔ یہاں غار بنا ہوا تھا۔ اس غار میں جگہ جگہ حسن بن صباح کے جانثار بھنگ گھوٹ رہے تھے۔ عنبر کو چونکہ ہر جگہ گھومنے کی اجازت تھی اس لیے کسی نے اسے کچھ نہ کہا۔

عنبر غار میں آگے نکل گیا۔ ایک جگہ اس نے پتھروں میں سے کالے رنگ کا تیل سا بہتا دیکھا۔ عنبر نے اسے سونگھا۔ وہ خام شکل کا گندے بیروزے کا تیل تھا جو ذرا آگ پکڑ لیتا تھا۔ حسن بن صباح کے آدمیوں کو اس تیل کی خاصیت معلوم نہیں تھی۔ عنبر نے دیکھا کہ تیل قلعے کے نیچے پورے غار میں پتھروں میں جگہ جگہ سے رس رہا تھا۔ وہ غار کے اندر ہی اندر دور تک چلا گیا۔ آگے ایک جگہ غار ختم ہو جاتا تھا۔ یہاں اس سیاہ تیل کا تالاب سا بنا ہوا تھا اور دیوار کے ایک سوراخ میں سے تیل باہر کو بہہ رہا تھا۔

اچانک عنبر کا چہرہ کسی انوکھے خیال سے چمک اٹھا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ جس چیز کی تلاش میں وہاں آیا تھا وہ اسے مل گئی ہے۔ وہ غار میں واپس چل پڑا۔

اب اسے وہاں رُکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اسی رات وہاں سے فرار ہو جانا چاہتا تھا۔ جب رات کا اندھیرا ہر طرف چھا گیا تو وہ اپنے حجرے سے نکلا اور قلعے کی فصیل کی طرف چلا۔ وہ فصیل سے اتر کر نیچے گہری کھائی کے اوپر بنے ہوئے پُل پر سے دوسری طرف چھلانگ لگا کر فرار ہونا چاہتا تھا۔

ابھی وہ فصیل تک نہیں پہنچا تھا کہ اچانک اندھیرے میں سے ایک سایہ نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ یہ وہی طوطے کی ناک والا مکار بوڑھا تھا جو حسن بن صباح کے پاس کھڑا تھا اور جس نے عنبر کے بارے میں جھک کر صباح کے کان میں کچھ کہا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا:

"جبال بن غازی! تمہیں ہمارے مالک نے یاد کیا ہے۔ کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گے؟"

عنبر نے سوچا کہ اس شخص سے اُلجھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ اس کے ساتھ چل کر صباح سے ملاقات کر لی جائے۔ ابھی تو بوٹی تلاش کر کے لانے میں ایک دن باقی ہے۔ عنبر کے پاس مہلت کا وقت موجود ہے۔ وہ مکار بوڑھے کے ساتھ چل دیا۔ بوڑھا اسے قلعے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ایک حجرے میں لے گیا جہاں حسن بن صباح ایک شاہی
کرسی پر تلوار ہاتھ میں لیے بیٹھا تھا۔ اس نے عنبر کو کی
جانے والی نظروں سے دیکھا اور گرج کر کہا:

"تم ہمارے قلعے سے فرار ہو رہے تھے؟"

عنبر حیران ہوا کہ اس شخص کو کیسے معلوم ہو گیا جبکہ
یہ حجرے میں بیٹھا ہے۔

عنبر نے کہا:

"مجھے فرار ہونے کی کیا ضرورت ہے مالک! ابھی
تو میری مہلت کا پورا کل کا دن باقی ہے اور مجھے
یقین ہے کہ میں بوٹی ضرور تلاش کر لوں گا۔"

حسن بن صباح مسکرایا۔ کرسی سے اُٹھا۔ عنبر کے بازو
کو پکڑا اور اسے باہر لے آیا۔ رات کا اندھیرا پھیلا تھا۔
حسن بن صباح کے ساتھ وہ مکار بوڑھا بھی تھا۔ اس
نے تالی بجائی۔ اچانک دس جانثار اندھیرے میں سے
نکل کر ادب سے سامنے آن کھڑے ہوئے۔

حسن بن صباح نے عنبر سے کہا:

"شاید تم میری طاقت سے واقف نہیں ہو۔ میں
تمہیں اس کا ایک نمونہ دکھاتا ہوں۔ یہ سارے جانثار
میرے ایک اشارے پر اپنی جان قربان کر دیں گے۔"

اس نے ایک جانثار کی طرف انگلی اٹھا کر کہا:

"مر جاؤ۔"

اور اس جاں نثار نے خنجر نکالا اور اپنے پیٹ میں
گھونپ دیا۔ وہ تڑپا اور وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ حسن بن صباح
نے دوسرے جانثار کو اشارہ کیا اور کہا:

"مر جاؤ۔"

دوسرے جانثار نے بھی خنجر سے خود کشی کر لی۔ اسی
طرح تیسرے نے بھی اپنے آپ کو ایک سیکنڈ میں ہلاک
کر ڈالا۔

عنبر نے جلدی سے کہا:

"بس بس مالک! مجھے یقین آ گیا۔ آپ کی طاقت
بہت زیادہ ہے۔"

حسن بن صباح نے عنبر کی گردن پر تلوار رکھ کر کہا:

"پھر تمہیں یہاں سے فرار ہونے اور ہمیں دھوکہ دینے
کی جرأت کیسے ہوئی؟"

عنبر کو ایک دم غصہ آ گیا۔ اس نے تلوار کو ہاتھ سے
پکڑ کر زور سے پرے کر دیا اور کہا:

"میں جب اور جس وقت چاہوں یہاں سے فرار
ہو سکتا ہوں آدھی رات کا وقت میں نے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے چنا تھا کہ میں ناحق کسی انسان کا خون نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

حسن بن صباح کی تلوار کو یوں جھٹکنے کی آج تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی تھی۔ اس کے جانثاروں نے عنبر کو تلوار جھٹکتے اور حسن بن صباح کی شان میں گستاخی کرتے دیکھا تو اس پر خنجروں سے ٹوٹ پڑے کہ اس کی تکا بوٹی کر دینگے وہ چھ سات جانثار تھے۔ حسن بن صباح نے بلند آواز میں کہا:

"جو کوئی مجھ سے گستاخی کرتا ہے اس کی یہی سزا ہوتی ہے۔"

جانثار عنبر پر خنجر چلا رہے تھے۔ وار پر وار کر رہے تھے اور عنبر اپنی جگہ پر بڑے سکون سے کھڑا تھا۔ اُلٹے خنجروں سے جانثاروں کے ہاتھ زخمی ہو گئے تھے۔ انہیں ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کسی پتھر کے بُت پر خنجروں کے وار کر رہے ہیں۔ عنبر نے ایک جانثار کو گردن سے پکڑ کر کھینچا اور اس کی کمر پر ہاتھ مار کر اسے یوں توڑ ڈالا جیسے کوئی کسی درخت کی سوکھی ہوئی شاخ کو توڑتا ہے۔ اس کے بعد عنبر نے دوسرے جانثار کو پکڑ کر ہوا میں اچھالا۔ وہ زمین سے پچاس فٹ اوپر اچھلا اور قلعے کی گہری گھاٹی

میں گر گیا۔ حسن بن صباح، اس کا بوڑھا وزیر حیران و پریشان کھڑے عنبر کو تک رہے تھے کہ یہ کس قسم کا انسان ہے۔ اس کے اندر اتنی طاقت کہاں سے آگئی ہے حسن بن صباح کی بہرحال توہین ہوئی تھی۔ اس نے تلوار لہرائی اور عنبر کی گردن پر بھرپور ہاتھ مارا۔ مگر اس کی تلوار عنبر کی پتھر ایسی گردن سے ٹکرا کر جھنجھنائی اور دو ٹکڑے ہو گئی۔

عنبر نے حسن بن صباح کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:

"اے موت کے قلعے کے خونی قاتل! تُو کیا تیرا باپ بھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

حسن بن صباح کا خون کھول اٹھا۔ جانثاروں نے نعرہ لگایا اور عنبر پر خنجروں سے ایک بار پھر حملہ کر دیا۔ حسن بن صباح نے بھی خنجر نکال لیا اور عنبر کے پیٹ پر وار کرنے لگا۔ عنبر نے حسن بن صباح کے جانثاروں کی گردنیں ایک ایک کر کے توڑ ڈالیں۔ پھر حسن بن صباح کی گردن پر ہاتھ رکھ کر بولا:

"میں ایک سیکنڈ میں تمہاری گردن توڑ سکتا ہوں مگر میں ایسا نہیں کروں گا، کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ تمہاری موت میرے ہاتھوں نہیں لکھی۔ تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی دوسرے طریقے سے مر گئے:

اب حسن بن صباح کو بھی محسوس ہوا کہ وہ کسی عام انسان کے سامنے نہیں کھڑا بلکہ کسی غیر معمولی طاقت کے انسان کے سامنے کھڑا ہے۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ عنبر پر آگ اثر نہیں کرتی اور اب اس نے اپنی آنکھوں سے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ تلوار خنجر بھی اس پر کوئی اثر نہیں کرتے۔ اب باقی کیا رہ گیا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس شخص کو مارا نہیں جا سکتا۔ نہ قتل کیا جا سکتا ہے۔ نہ آگ میں جلایا جا سکتا ہے۔ مگر حسن بن صباح ایک زبردست طاقت کا مالک تھا اور اتنی جلدی ہار ماننے والا نہیں تھا۔ غصے اور طیش کے مارے اس کا سارا بدن کانپ رہا تھا۔ اس نے شیر کی طرح گرج کر کہا:

"اسے پھانسی پر چڑھا دو۔"

اسی وقت جاں نثاروں نے عنبر کو جکڑ کر اس کے گلے میں رسی ڈال دی اور اسے قلعے کی فصیل پر لٹکانے کے لیے کھینچنے لگے۔ عنبر نے ایک ہی جھٹکے سے اپنے گلے کی موٹی رسی کو توڑ ڈالا اور جو آدمی اسے کھینچنے کی کوشش کر رہے تھے ان کے سروں کو ایک دوسرے سے اتنی زور سے ٹکرایا کہ ان کی کھوپڑیاں کھل گئیں اور وہ

ڈھیر ہو گئے۔

عنبر نے کہا:

"اے حسن بن صباح! تو مجھے نہ پھانسی لگا سکتا ہے نہ قتل کر سکتا ہے۔ اگر تو مجھے کھولتے ہوئے تیل کے کڑاہے میں بھی ڈال دے گا تو میں اس طرح باہر نکل آؤں گا جس طرح کوئی ٹھنڈے پانی کے کڑاہے سے باہر نکلتا ہے۔"

حسن بن صباح کے وزیر نے اس کے کان میں کچھ کہا۔ حسن بن صباح نے ایک سرد آہ بھری اور کہا:

"میرے ساتھ آؤ۔"

اور وہ عنبر کو لے کر اپنے خاص حجرے میں آ گیا۔ اس نے بوڑھے وزیر کو بھی وہاں سے بھیج دیا۔ اب حجرے میں وہ اور عنبر اکیلے رہ گئے تھے۔ یہاں شمع روشن تھی۔ حسن بن صباح کرسی پر بیٹھ گیا۔ عنبر بھی اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حسن بن صباح ایسے ظالم آدمی نے کسی دوسرے انسان کے آگے اپنی ہار مانی تھی۔ اس نے عنبر سے پوچھا:

"یہ جادو تم نے کہاں سے سیکھا ہے؟"

وہ عنبر کو کوئی بڑا زبردست جادوگر سمجھ رہا تھا۔ عنبر نے کہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں کوئی جادوگر نہیں ہوں۔ میرے پاس کوئی جادو نہیں ہے۔"

صباح نے کہا:

"پھر تمہارے پاس اتنی طاقت کہاں سے آ گئی؟ سوائے جادو کے اتنی طاقت کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔"

عنبر نے کہا:

"یہ طاقت مجھے خدا کے حکم سے ملی ہے اور دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا جادوگر بھی میری طاقت کو ضائع نہیں کر سکتا۔"

حسن بن صباح نے عنبر کی طرف جھک کر کہا:

"کیا تم مجھے اپنی طاقت میں شامل نہیں کر سکتے اگر تم میرے ساتھ مل جاؤ تو ہم ساری دنیا پر حکومت کر سکتے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"اے بے رحم انسان! میری بات غور سے سن! میں جانتا ہوں تیرا انجام کیا ہو گا۔ میں تجھے تیرے انجام سے نہیں بچا سکتا۔ لیکن تجھے آخرت کے عذاب سے بچنے کی ترکیب بتا سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ

ظلم کرنا چھوڑ دے۔ اس قلعے سے باہر نکل کر انسانوں کی خدمت کر۔ غریبوں کی مدد کر۔ کسی کو اپنے ظلم کا نشانہ نہ بنا کسی کو قتل نہ کر اور اپنے گناہوں سے توبہ کر۔"

حسن بن صباح نے قہقہہ لگایا اور کہا:

"تم جادوگر ہو۔ مجھے نصیحتیں مت کرو۔ اگر تیرے پاس جادو کی طاقت نہ ہوتی تو میں تمہارے ٹکڑے کر کے کتوں کو کھلا دیتا۔ بہتر یہی ہے کہ میرے قلعے سے اسی وقت ابھی نکل جاؤ اور پھر کبھی اس طرف کا رُخ نہ کرنا۔"

عنبر اُٹھ کھڑا ہوا۔ سمجھ گیا کہ اس ظالم شخص پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہو گا اور تاریخ میں اس کا جو انجام لکھا جا چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ عنبر اسی وقت قلعے سے باہر نکل گیا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا اور رات کے پچھلے پہر اپنے سنگِ مرمر کے مکان میں پہنچ گیا۔

دوسرے روز وہ خلیفہ ہارون الرشید سے ملنے گیا۔ اس نے بادشاہ کو اور تو کوئی بات نہ بتائی۔ صرف یہ بتایا کہ اس نے قلعے کی تباہی کا راز دریافت کر لیا ہے۔ بادشاہ کے لیے اس سے بڑی اور کیا خوش خبری ہو سکتی تھی۔ اسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روز وہ اکیلا گھوڑے پر سوار ہو کر قلعے کی پہاڑیوں کی طرف نکل گیا۔ اسے قلعے کے پچھواڑے کی پہاڑیوں میں اس جگہ کی تلاش تھی جہاں سے آگ پکڑنے والا گندے بیروزے کا تیل بہہ رہا تھا۔ اس تیل کو اس نے قلعے کے نیچے سارے غار میں پھیلے ہوئے دیکھا تھا۔ سارا دن وہ اس پہاڑی دیوار کی تلاش میں لگا رہا۔ اسے کامیابی نہ ہوئی۔ دوسرے روز وہ پھر پہاڑیوں میں نکل آیا۔ وہ پہاڑیوں میں گھوم پھر کر ایک ایک پتھر کو ایک ایک پتھریلی دیوار کو غور سے دیکھتا۔ ٹٹولتا اور سونگھتا۔ آخر بڑی کوشش کے بعد اسے وہ جگہ مل گئی۔ جہاں سے سیاہ رنگ کا تیل بہہ رہا تھا۔ یہ تیل قلعے کے غاروں سے باہر نکل رہا تھا۔ عنبر کا چہرہ خوشی سے دمک اُٹھا۔ اس علاقے میں اس پر کئی جگہوں سے تیروں کی بارش کی گئی۔ اسے کئی تیر بھی لگے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

شاہی محل میں واپس آ کر اس نے بادشاہ سے کہا کہ قلعے پر حملہ کر دیا جائے۔

بادشاہ اس کا منہ تکنے لگا:

"حملہ تو ہم کئی بار کر چکے ہیں مگر سوائے ذلت و خواری کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔"

عنبر نے کہا:

"اس دفعہ آپ میری نگرانی میں حملہ کریں گے یقین کریں فتح آپ کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔"

عنبر نے خلیفہ ہارون الرشید کو پہاڑی دیوار سے بہنے والے تیل کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ بادشاہ نے موت کے قلعے پر حملے کا حکم دے دیا۔ دو روز بعد شاہی فوج کا ایک زبردست لشکر قلعے کے قریب پہنچ گیا۔ بادشاہ خود فوج کے ساتھ تھا۔ عنبر نے کہا کہ جب تک وہ حکم نہ دے قلعے پر حملہ نہ کیا جائے۔ فوجیں صفیں باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔ ادھر حسن بن صباح کو بھی شاہی فوج کی خبر ہو گئی۔ اس نے بھی حکم دے دیا کہ قلعے کے دروازے کو اٹھا لیا جائے اور قلعے کی دیوار کے اوپر کھولتے ہوئے پانی اور تیل کے کڑاؤ تیار رکھے جائیں۔ اگر شاہی فوج قلعے کی دیوار پر چڑھنے کی کوشش کرے تو اوپر سے کھولتا ہوا پانی اور تیل پھینک کر اسے بھسم کر دیا جائے۔ دوسری طرف عنبر نے اپنے ساتھ تیل میں بھگوئے ہوئے کپڑوں کے بورے دو گھوڑوں پر لدوائے اور انہیں لے کر اکیلا ہی پہاڑیوں کی جانب روانہ ہو گیا۔ وہ گھوڑوں کو دوڑاتا ہوا جا رہا تھا۔ کیونکہ وہ ان گھوڑوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو چٹانوں میں اندر قلعے کی فصیل پر بیٹھے دشمن کے تیروں سے بچانا چاہتا تھا۔ پھر بھی ایک گھوڑا زخمی ہو گیا مگر عنبر اسے کھینچتے اس دیوار تک لے گیا جہاں سے گندے پیر وندے کا سیاہ تیل رس رس کر نیچے ایک گہرے گڑھے میں گر کر جذب ہو رہا تھا۔

اسی تیل میں موت کے قلعے کی تباہی کا راز چھپا ہوا تھا۔

○

اور قبر کھل گئی

غار کی باہر والی دیوار کے پاس پہنچ کر عنبر نے گھوڑوں کو چھوڑ دیا۔

سیاہ تیل دیوار کے پتھروں سے بہہ رہا تھا۔ عنبر نے تیل میں بھگوئے ہوئے کپڑوں کو ایک موٹے رسے کی طرح ایک دوسرے سے باندھ رکھا تھا۔ اس نے کپڑے کے رسے کے سرے کو تیل والی دیوار کے نیچے گڑھے میں ڈال دیا اور پھر رسے کو زمین پر پتھروں اور ٹیلوں اور جھاڑیوں میں بچھاتا ہوا پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ فصیل کی جانب سے اس پر تیروں کی بارش ہونے لگی۔ عنبر کو تیر لگتے اور اس کے جسم سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتے۔ فصیل پر حسن بن صباح اور اس کا بوڑھا وزیر بھی آ گیا۔ اوپر سے انہیں کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ عنبر زمین پر کیا چیز بچھا رہا ہے۔ اتنا انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ یہ عنبر کے سوا اور کوئی نہیں ہے کیوں کہ اس پر تیر اور نیزے اثر نہیں کر رہے تھے۔ عنبر اسی طرح تیل میں بھیگے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے کپڑے کے رستے کو بچھاتا پیچھے اس میدان میں آگیا
جہاں خلیفہ ہارون الرشید کی فوجوں نے خیمے ڈال رکھے تھے۔
خود بادشاہ کی فوجوں، فوجوں کے سپہ سالار اور بادشاہ
سلامت کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ عنبر یہ کپڑوں کی رسی
قلعے کی پچھلی پہاڑی دیوار تک کس لیے بچھا رہا ہے۔ عنبر
نے بھی انہیں کچھ نہیں بتایا تھا۔ عنبر سیدھا بادشاہ کے خیمے
میں آگیا۔ بادشاہ اپنے وزیر برمکی کے ساتھ وہاں بیٹھا بے چینی
سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

بادشاہ نے عنبر سے پوچھا:

"تم جو کچھ کر رہے ہو وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے
ہمیں صرف اتنا بتا دو کہ کیا تم جو کچھ کر رہے ہو
اس میں کامیاب ہو جاؤ گے؟ کیوں کہ ہماری فوجیں
قلعے کا محاصرہ کر سکتی ہیں مگر اسے فتح نہیں کر سکتیں۔"

عنبر گہری سوچ میں تھا۔ وہ جس خطرناک سکیم پر عمل
کر رہا تھا اس میں وہ کامیاب بھی ہو سکتا تھا اور اسے
ناکامی بھی ہو سکتی تھی۔ گندے بیروزے کے تیل نے اگر آگ
پکڑ لی تو قلعے کی اینٹ سے اینٹ بج سکتی تھی۔ لیکن
اگر کسی وجہ سے عنبر کا خیال غلط ہو گیا اور تیل نے آگ نہ
پکڑی تو اس کی ساری سکیم فیل ہو جائے گی اور بادشاہ کے

اگلے شرمندگی الگ ہوگی۔ اس نے بادشاہ سلامت سے کہا:

"جو کچھ میں کر رہا ہوں مجھے اس کی کامیابی کی بہت
زیادہ اُمید ہے۔ آپ فوجوں کو حملے کے لیے
حکم دے دیں۔"

بادشاہ اور وزیر اعظم نے ایک دوسرے کی طرف
دیکھا۔ یہ بڑا اہم فیصلہ تھا۔ اس میں سینکڑوں سپاہیوں کے
مارے جانے کا خطرہ تھا۔

بادشاہ نے عنبر سے کہا:

"عنبر! مجھے تمہاری نیک نیت پر کوئی شک نہیں
ہے مگر تم کو جنگ کا تجربہ نہیں۔ میں نے فوجوں
کو حملے کا حکم دیا تو میری فوجیں قلعے کی طرف
بڑھیں گی اور اوپر سے ان پر تیروں اور کھولتے
ہوئے تیل کی بارش ہو گی اور قلعہ پھر بھی فتح
نہیں ہو سکے گا۔"

عنبر نے جواب دیا:

"بادشاہ سلامت! مجھے یقین ہے کہ قلعہ ضرور
فتح ہو گا۔"

وزیر اعظم برمکی نے پوچھا:

"تمہیں کیسے یقین ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے کہا:

"اس لیے کہ قلعے کے فتح ہونے اور حسن بن صباح کے خود کشی کرنے کا وقت آ گیا ہے۔"

بادشاہ حیرانی سے عنبر کا منہ تکنے لگا:

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تم غیب کا علم جانتے ہو؟"

عنبر اب بادشاہ اور اس کے وزیر کو کیسے سمجھاتا کہ وہ تاریخ کے سارے گذرے ہوئے زمانوں پر سے گذر کر آ رہا ہے اور جو جو کچھ تاریخ میں ہونے والا ہے اس کی اسے ساری خبر ہے۔ یہ بات بادشاہ اور وزیر کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی۔

عنبر نے کہا:

"آپ سپاہیوں کو قلعے پر حملہ شروع کرنے کا حکم دیں۔ وقت آن پہنچا ہے۔ وقت آن پہنچا ہے۔"

یہ کہہ کر عنبر خیمے سے باہر نکل گیا۔ بادشاہ نے وزیر اعظم کی طرف دیکھ کر کہا:

"میرا دل کہتا ہے کہ عنبر ٹھیک کہہ رہا ہے۔"

وزیر اعظم نے کہا:

"بادشاہ سلامت! ایک بار پھر غور کر لیں۔ اس

سے پہلے ہم کئی بار قلعے پر حملہ کر کے اپنی فوج کا جانی نقصان اٹھا چکے ہیں۔"

بادشاہ خیمے میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ پھر وہ نکلا۔ اس نے خیمے کا پردہ اٹھا کر دور پہاڑی پر بنے ہوئے اپنے سب سے بڑے دشمن کے قلعے کو دیکھا اور پکار کر کہا:

"وزیر اعظم! سپہ سالار کو کہو کہ قلعے پر حملہ کر دیا جائے۔"

اس کے ساتھ ہی بادشاہ نے تلوار نکال کر لہرائی۔ سپہ سالار کو خبر ملی تو اس نے جنگ کا اعلان کر دیا۔ بگل بجائے گئے۔ اور فوجوں نے قلعے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ادھر عنبر نے ایک مشعل جلائی اور اس کے شعلے سے تیل میں بھیگے ہوئے کپڑے کے رستے کو آگ لگا دی۔ آگ رستے کے اوپر سے دوڑتی ہوئی پہاڑی کی طرف جانے لگی۔ عنبر ایک بلند چٹان پر کھڑا ہو گیا اور آگ کو آگے بڑھتے دیکھنے لگا۔

فوجیں جب قلعے کے نیچے پہنچیں تو ان پر تیروں اور نیزوں کی بارش شروع ہو گئی۔ عنبر کی نگاہ رسے پر دوڑتی ہوئی آگ پر تھی۔ آگ کا شعلہ رسے پر آہستہ آہستہ دوڑتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ کبھی وہ ٹیلے کی اوٹ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو جاتا اور کبھی جھاڑیوں کو آگ لگاتا آگے بڑھتا قلعے
کی فصیل پر دشمن کی فوجیں بادشاہ کی فوجوں پر تیر برسانے
میں لگی تھیں۔ کوئی اس آگ کی طرف توجہ نہیں دے
رہا تھا۔ عنبر نے دیکھا کہ قلعے کے پیچھے فصیل پر جو بُرج
بنا تھا اس میں حسن بن صباح اپنے مکار وزیر کے ساتھ
نمودار ہوا اور اس نے رسّے کی آگ کی طرف اشارہ کرکے
اپنے وزیر سے کوئی بات کہی۔ وہ اس آگ کے شعلے کو
تعجب سے دیکھ رہے تھے جو قلعے کی پچھلی دیوار والی پہاڑی
کی طرف برابر بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہی
تھی کہ یہ آگ کا شعلہ ادھر پہاڑیوں میں کس لیے پہنچایا
جا رہا ہے۔

مگر عنبر کی آنکھ اسی شعلے پر لگی تھی۔ بادشاہ اور وزیراعظم
برکی بھی اپنے خیمے کے باہر تخت کے قریب کھڑے بے چینی
سے عنبر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آگ کا شعلہ پہاڑی کی
اس دیوار کے قریب پہنچ گیا جہاں رسّہ تیل کے گڑھے
میں اتر گیا تھا۔ عنبر کو یقین تھا کہ اب کچھ ہونے والا ہے
رسّے کی آگ نیچے گڑھے میں اُتر گئی۔ گڑھے میں گندے بیروزے
کا سیاہ تیل بھرا ہوا تھا۔ جونہی اس تیل کو شعلے نے چھوا
وہاں ایک دھماکہ ہوا اور آگ دیوار میں بہتے ہوئے تیل کو

لگ گئی۔ اس تیل نے آگ کو دیوار کے اندر پہنچا دیا۔
دیوار کے اندر قلعے کا غار تھا جو قلعے کے نیچے ہی نیچے
پھیلا ہوا تھا۔ یہاں جگہ جگہ تیل پھیلا ہوا تھا۔ آگ نے
یہاں تیل کو بھڑکا دیا اور ایک بھیانک دھماکے کے ساتھ
قلعے کی پچھلی دیوار اڑ گئی۔

عنبر نے خوش ہو کر بادشاہ کی طرف دیکھا اور چٹان سے
اتر کر اس کے قریب آ گیا۔

"مبارک ہو بادشاہ سلامت! میری ترکیب کامیاب
رہی قلعہ کھنڈر بن کر آپ کے قدموں میں ہوگا۔"

"تم نے یہ سب کچھ کیسے کر لیا؟" بادشاہ نے حیرانی
سے پوچھا۔

"قلعے کے نیچے تیل بہتا میں دیکھ آیا تھا۔ میں نے
اس تیل کو آگ لگا دی ہے۔ بس میں نے اتنا
ہی کیا ہے اس سے آگے تیل اپنا کام کر رہا ہے۔"

قلعے میں زبردست دھماکے ہونے شروع ہو گئے۔ غار
میں پھیلے ہوئے گندے سیاہ تیل کے ذخیروں میں جونہی
آگ لگتی ایک خوفناک دھماکہ ہوتا اور قلعے کا ایک
حصّہ تباہ ہو کر ملبے کا ڈھیر بن جاتا۔ حسن بن صباح اور
وزیر اعظم اور اس کے درباری پریشان پھر رہے تھے۔ جانثاروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے جب قلعے کو تباہ ہوتے اور جگہ جگہ آگ لگے دیکھی تو ان کے بھی حوصلے پست ہونے لگے۔ انہوں نے قلعے سے چھلانگیں لگانا شروع کر دیں۔ وہ نیچے گر کر مرنے لگے تھے اور اگر بچ جاتے تو بادشاہ کی فوجیں ان کے ٹکڑے اڑا دیتیں۔ قلعے میں جگہ جگہ آگ لگ رہی تھی۔ قلعہ آدھے سے زیادہ ڈھے چکا تھا۔ بادشاہ کی فوجیں قلعے میں داخل ہو گئیں۔ انہیں قلعے میں داخل ہوتا دیکھ کر حسن بن صباح قلعے کی اس دیوار پر چڑھ گیا جو باقی بچی رہ گئی تھی۔ تاریخ اپنے ایک واقعے کو دہرانے لگی تھی۔

حسن بن صباح نے قلعے پر سے چھلانگ لگا دی اور مر گیا۔

قلعہ فتح ہو گیا۔ شاہی فوجوں نے قلعے کے کھنڈروں پر قبضہ کر لیا۔ اس رات بغداد میں زبردست جشن منایا گیا۔ شاہی دربار میں جو حسن بن صباح کے جاسوس تھے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے یا محل سے فرار ہو گئے یا انہیں قتل کر دیا گیا۔ بادشاہ نے دوسرے دن دربار بلایا۔ سارے امیر اور وزیر جمع تھے۔ عنبر بادشاہ کے تخت کے ساتھ ہی ایک شاندار کرسی پر بیٹھا تھا۔ بادشاہ نے اعلان کیا کہ آج سے عنبر کو شاہی فوج کا نیا سپہ سالار مقرر کیا جاتا ہے۔

عنبر یہ ذمے داری قبول کرنے پر تیار نہیں تھا۔ اس کو اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس نے اسلام کے ایک بہت بڑے فتنے کو ختم کر دیا تھا۔ اب اس کا بغداد میں کوئی کام نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ ماریا اور ناگ کو تلاش کرے اور اگر وہ اسے نہ ملیں تو کسی دوسرے ملک میں جا کر ان کا سراغ لگائے۔ لیکن بادشاہ کے سامنے وہ بھرے دربار میں انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ خاموش رہا۔ دوسری طرف فوج کے پہلے سپہ سالار کو سخت صدمہ ہوا۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ عنبر کو قتل کروا دے گا۔

جب دربار برخاست ہوا تو عنبر نے وزیر اعظم برمکی کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ بادشاہ سلامت سے کہے کہ وہ اپنا حکم واپس لے لیں مگر وزیر اعظم نے کہا:

"یہ بادشاہ سلامت کی توہین ہو گی۔ انہوں نے جو حکم دیا ہے وہ اسے اب کبھی واپس نہیں لیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ تم یہ نیا عہدہ قبول کر لو۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تمہیں اتنا بڑا عہدہ مل گیا ہے۔"

عنبر خاموش رہا۔ دل میں اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک دو دنوں میں بغداد سے کسی دوسرے ملک کے لیے روانہ ہو جائے گا۔ ادھر شاہی فوج کے سپہ سالار حسد کے مارے جل بھن گیا۔ مگر بادشاہ کے حکم کے آگے وہ بھی مجبور تھا۔ سوائے اس کے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا کہ عنبر کو قتل کروا دے۔ اس بات کا عنبر کو بھی خطرہ تھا۔ اگرچہ اسے خطرہ تو کوئی بھی نہیں تھا مگر اسے خیال تھا کہ سپہ سالار اسے قتل کروانے کی ضرور کوشش کرے گا۔ کیونکہ اس نے تاریخ کے اپنے پانچ ہزار سالہ سفر میں ہزاروں لوگوں کو اس طرح قتل ہوتے دیکھا تھا۔ آخر وہی ہوا۔ اسی رات عنبر پر قاتلانہ حملہ ہو گیا۔ وہ اپنے مکان کی چھت پر پھر گھٹ پر لیٹا ناگ اور ماریا کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ قاتل خنجر لیے اس کی چھت پر آ گیا۔ عنبر نے اندھیرے میں بھی اسے دیکھ لیا تھا۔

جب قاتل قریب آیا تو عنبر نے کہا:

"جس نے تمہیں یہاں بھیجا ہے جاؤ اسے ساتھ لے کر آؤ۔"

قاتل بوکھلا گیا۔ اس نے گھبرا کر عنبر پر خنجر سے وار کر دیا۔ خنجر کا وار عنبر کے سینے پر لگا اور پہلے ہی وار میں خنجر عنبر کے سینے سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ عنبر نے

قاتل کا ہاتھ پکڑ لیا۔ قاتل نے ہاتھ چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر بھلا وہ کیسے چھڑا سکتا تھا۔ عنبر نے اسے چھت پر گرا لیا اور اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر کہا:

"تمہارے مالک نے تجھے موت کے منہ میں بھیجا ہے۔ مگر میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں۔"

قاتل اندھیرے میں آنکھیں پھاڑے عنبر کو تک رہا تھا۔ اس نے ہاتھ جوڑ دیئے اور کہا:

"کیا تم وہ انسان ہو جو کئی ہزار سال سے زندہ ہے۔"

اب عنبر کے حیران ہونے کی باری تھی۔ یہ سوال ابھی تک کسی نے اس سے نہیں کیا تھا۔

عنبر نے پاؤں قاتل کی گردن سے اٹھا لیا اور قاتل کو اپنے پلنگ پر بٹھاتے ہوئے تعجب سے پوچھا:

"تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میں کئی ہزار سال سے زندہ ہوں! تم خود کون ہو؟"

قاتل نے کہا:

"میرا نام شہاب ہے۔ میں شاہی فوج کے سپہ سالار کا غلام ہوں۔ میں تمہیں ہلاک کرنے آیا تھا۔"

عنبر کہنے لگا:

"وہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ تم مجھے ہلاک کرنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آئے تھے مگر تمہیں میری زندگی کے سب سے
گہرے راز کا کیوں کر علم ہوا؟"
شہاب نے کہا:
"جب میں غلام نہیں تھا تو اپنے گاؤں میں پہاڑی
وادی میں بکریاں چراتا تھا۔ میری ایک ہی معصوم
بیٹی تھی۔ ہمارا گھر ایک پہاڑی غار میں تھا۔ ایک
دن میں وادی میں بکریاں چرا رہا تھا۔ میری بیٹی
غار میں روٹیاں پکا رہی تھی کہ اچانک زلزلہ آگیا
زلزلہ اتنا زبردست تھا کہ زمین پھٹ گئی۔ پہاڑی
کے اوپر سے ایک بہت بڑا پتھر لڑھک کر غار
پر آن گرا اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ اور میری بیٹی
غار میں زندہ دفن ہو گئی۔ میں نے پتھر کو ہٹانے
کی بہت کوشش کی۔ لوگوں کی منتیں کیں مگر کسی
میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ اتنے بھاری پتھر
کو غار کے منہ سے ہٹا سکتا۔ میں آنکھوں میں آنسو
لیے غار کے باہر بیٹھا تھا کہ ایک بزرگ ادھر
سے تشریف لائے میں نے اپنا دکھ انہیں بیان کیا
انہوں نے کہا کہ ملک بغداد میں جاؤ۔ وہاں تمہیں
ایک ایسا انسان ملے گا جو کئی ہزار سال سے زندہ
ہو گا اور اس کی نشانی یہ ہو گی کہ اس پر آگ اور
تلوار اثر نہیں کرے گی۔ وہی اس بھاری پتھر
کو غار کے منہ سے ہٹا سکے گا۔ پھر میں تمہاری
تلاش میں بغداد میں آگیا اور سپہ سالار کے
آدمیوں نے پکڑ کر مجھے غلام بنا لیا۔ آج سپہ سالار
نے مجھے تمہارے پاس تمہیں قتل کرنے کے لیے
بھیجا اور مجھے میری مراد مل گئی۔ کیا تم میرے
ساتھ چل کر میری بیٹی کی جان بچاؤ گے؟"
عنبر خاموشی سے غلام شہاب کی باتیں سن رہا تھا۔
اس کی ایک ایک بات میں سچائی تھی۔ اس نے شہاب
سے کہا:
"کل صبح میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"
شہاب بولا:
"کل صبح مجھے سپہ سالار قتل کر چکا ہو گا کیوں کہ
میں تمہیں ہلاک کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ ابھی
رات کا اندھیرا ہے۔ میں اس اندھیرے میں یہاں
سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ کیا تم ایک دکھی باپ
کی مدد نہیں کرو گے؟"
عنبر نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیوں نہیں۔ میں اسی وقت تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

عنبر نے شہاب کو ساتھ لیا۔ مکان کی چھت سے اتر کر پچھلی جانب اسطبل سے دو گھوڑے باہر نکالے اور ان پر سوار ہو گئے۔ عنبر نے پوچھا کہ انہیں کتنی دُور جانا ہو گا۔ شہاب نے بتایا کہ وہاں سے ایک دن کے سفر پر اس کا گاؤں ہے جو دریائے فرات کے کنارے پر واقع ہے۔

عنبر بولا:

"تو پھر خدا کا نام لے کر چلو۔"

دونوں نے اپنے اپنے گھوڑے آگے بڑھائے۔ وہ بڑی راز داری کے ساتھ بغداد شہر کی فصیل میں سے باہر نکل گئے۔ سامنے صحرا پھیلا ہوا تھا۔ جہاں کھجوروں کے جھنڈ بھی تھے اور ریت کے ٹیلے بھی تھے۔ رات کی تاریکی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ شہر سے نکلتے ہی انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور وہ ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ ساری رات سفر کرنے کے بعد صبح ہوئی تو وہ ایک ایسے میدان میں آ گئے تھے جہاں پتھریلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور کانٹے دار جھاڑیاں جگہ جگہ پھیلی تھیں۔ انہوں نے

ایک چشمے کے کنارے آرام کیا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ شہاب کچھ کھجوریں توڑ کر لے آیا۔ عنبر کو ضرورت تو نہیں تھی مگر اس نے بھی شہاب کے ساتھ تھوڑی سی کھا لیں۔

تھوڑی دیر وہاں آرام کرنے کے بعد وہ پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ شام کے وقت وہ دریائے فرات کے کنارے اس وادی میں پہنچ گئے جہاں ایک پہاڑی غار میں شہاب کی بیٹی زندہ دفن ہو گئی تھی۔ پریشان باپ عنبر کو غار کے پاس لے آیا۔ عنبر نے دیکھا کہ ایک بہت بڑے پتھر نے غار کا منہ بند کر رکھا تھا۔

عنبر نے شہاب سے کہا:

"تم ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں پتھر کو وادی میں لڑھکانے لگا ہوں۔"

شہاب ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ خدا سے دُعا مانگ رہا تھا کہ پتھر ہٹ جائے اور اس کی بیٹی زندہ باہر نکل آئے۔ عنبر نے ایک جگہ پتھر کے نیچے ہاتھ ڈالا اور خدا کا نام لے کر اسے پورا زور لگا کر دھکا دے دیا۔ پتھر جو ایک خود پہاڑ تھا اپنی جگہ سے کھسکا اور پھر زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ وادی میں لڑھکتا چلا گیا۔ عنبر اور شہاب غار میں داخل ہو گئے۔ شہاب نے اپنی بیٹی کو آوازیں دیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تین آوازوں کے بعد ایک طرف سے اس کی بیٹی کی کمزور سی آواز سنائی دی۔ عنبر اور شہاب بھاگ کر اس طرف گئے۔ دیکھا کہ بے چاری معصوم لڑکی خوف اور دہشت کے مارے ایک جگہ پڑی تھی۔ اس نے تین چار روز سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ شہاب اسے اٹھا کر باہر لے آیا۔ اس کے منہ میں پانی ٹپکایا۔ لڑکی نے آنکھیں دیں۔ باپ نے بیٹی کو سینے سے لگا لیا۔ خوشی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ عنبر نے بچی کو درخت سے کچھ پھل توڑ کر کھلائے۔ اس نے کہا:

"میری جوتی غار میں رہ گئی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"تم اپنے باپ کے پاس ٹھہرو۔ میں لے کر آتا ہوں۔"

عنبر غار میں دوبارا داخل ہو گیا۔ جہاں لڑکی لیٹی ہوئی تھی وہاں اس کی جوتی نہیں تھی۔ عنبر جوتی کی تلاش میں غار میں کچھ آگے نکل گیا۔ غار میں اگرچہ اندھیرا تھا مگر اسے وہ گہرا کنواں بالکل دکھائی نہ دیا جو دو قدم کے فاصلے پر تھا اور جس کے اوپر گھاس پھونس کی پتلی سی چھت پڑی تھی۔ جونہی عنبر نے گھاس پر پاؤں رکھا وہ دھڑام سے کنوئیں کے اندر گر پڑا۔ اس کنوئیں میں پانی نہیں

تھا۔ عنبر چھوٹے پتھروں کے ایک ڈھیر پر گرا۔ اس نے حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا کہ وہ کنوئیں میں کہاں سے آن گرا؟ یہاں اتنا اندھیرا تھا کہ عنبر کو بھی بہت کم دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ہاتھ پھیر کر محسوس کیا کہ وہ جس ڈھیر کے اوپر بیٹھا ہے وہ ایک قبر ہے۔ عنبر نے کنوئیں کے اوپر دیکھا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کنوئیں کا منہ کسی غیبی طاقت نے بند کر دیا تھا۔ گویا اب عنبر غار کے اس کنوئیں میں بند ہو گیا تھا۔ عنبر قبر کے پاس کنوئیں کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے اور وہاں سے کس طرح باہر نکلا جا سکتا ہے۔

غار سے باہر رات ہو گئی تھی۔ غار میں اندھیرا تھا۔ بے چارے شہاب نے عنبر کو بے حد تلاش کیا تھا مگر وہ اسے نہیں مل سکا تھا۔ شہاب ناکام ہو کر اپنی بیٹی کو لے کر اپنے باپ کے گھر روانہ ہو گیا تھا۔ عنبر کنوئیں سے باہر نکلنے کی بہت کوشش کر چکا تھا مگر کنوئیں کی دیواروں کے پتھر بالکل سیدھے تھے۔ وہ اوپر نہیں چڑھ سکتا تھا۔ وہ ناامید ہو کر قبر کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک قبر میں حرکت پیدا ہوئی اور اس کے اوپر سے پتھر اور مٹی گرنے لگی۔ پہلے تو عنبر سمجھا کہ بھونچال آیا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر جہاں وہ بیٹھا تھا وہاں زمین بالکل نہیں ہل رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ بھونچال نہیں آیا تھا۔ عنبر آنکھیں پھاڑے غور سے قبر کو تکنے لگا۔ قبر کے پتھر گر رہے تھے۔ پھر نیچے سے مٹی نکل آئی اور وہ بھی ادھر اُدھر گرنے لگی۔

عنبر غور سے دیکھ رہا تھا کہ خدا جانے قبر میں سے کیا شے نکلتی ہے۔ اب قبر کی مٹی اندر کو جا رہی تھی۔ جیسے کوئی نیچے سے سوراخ کر رہا ہو۔ پھر وہاں ایک چوڑا سوراخ بن گیا۔ عنبر اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے جھانک کر سوراخ میں دیکھا۔ قبر میں اندھیرا تھا۔ اس اندھیرے میں کافی غور سے دیکھنے پر عنبر کو ایک تابوت نظر آیا۔ تابوت پر سیاہ بلی کا بُت بنا ہوا تھا۔ پھر یہ بُت ایک طرف کو لڑھک کر گر پڑا اور تابوت کا ڈھکنا آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ عنبر کو کافور کی تیز بُو آئی۔

تابوت کا ڈھکنا پورا کھل گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ تابوت کے اندر ایک خوبصورت سنہری بالوں والی لڑکی لیٹی ہے۔ اس کی آنکھیں بند ہیں۔ سنہری بال سینے پر پھیلے ہیں۔ گردن پر زخم کا ایک نشان ہے۔ اس کے کپڑے قدیم مصر کی شہزادیوں ایسے ہیں۔ عنبر نے اس قسم کی شہزادیوں کو دیکھا تھا۔

وہ سمجھ گیا کہ یہاں کسی مصری شہزادی کی قبر تھی۔ مگر قبر کیسے کھل گئی اور تابوت کا ڈھکنا اپنے آپ کس طرح سے اُٹھ گیا؟ اس میں ضرور کوئی گہرا راز تھا۔ عنبر نے آواز دی:

"اے تابوت میں سونے والی! اگر تو زندہ ہے تو مجھ سے بات کر۔"

لڑکی نے آنکھیں کھول دیں۔ عنبر نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور بے حد خوبصورت تھیں۔ وہ عنبر کی طرف خاموش اور گہری نظروں سے تک رہی تھی وہ پلکیں بالکل نہیں جھپک رہی تھیں۔

عنبر نے پوچھا:

"اے لڑکی! کیا تو مصر کی شہزادی ہے؟"

لڑکی نے کہا:

"عنبر! تیرا خیال درست ہے۔ میں مصر کے ایک امیر کی بیٹی ہوں۔"

"کیا تو میرا نام جانتی ہے؟"

"ہاں۔ میں تیرا انتظار کر رہی تھی۔"

"وہ کس لیے؟" عنبر نے پوچھا۔

لڑکی نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرا نام ماتری ہے۔ میں بتوں کی پوجا نہیں کرتی تھی بلکہ ایک خدا کی عبادت کیا کرتی تھی۔ ایک روز میں اپنے محل کے اوپر بارہ دری میں بیٹھی خدا کی عبادت کر رہی تھی کہ کسی کافر نے تیر چلایا جو میری گردن پر آکر لگا اور میں مر گئی۔ میری لاش محل میں پڑی تھی مگر میں سب کچھ سن رہی تھی۔ ایک بوڑھے کاہن نے میرے باپ کو کہا کہ ہزاروں سال بعد میں ایک بار پھر اس دنیا میں آؤں گی۔ مگر کسی شمال مشرق کے ایک ملک میں پیدا ہوں گی۔ پھر جب میں جوان ہوں گی تو ایک حادثے میں زخمی ہو کر مر جاؤں گی لیکن میری لاش زندہ ہو کر اپنے تابوت سے نکل کر اس شہر پہنچے گی اور اپنی لاش میں داخل ہو کر پھر سے زندہ ہو جائیگی، لیکن اس کاہن نے یہ بھی کہا تھا کہ ایک پُراسرار مصری نوجوان عنبر مجھے کنوئیں میں آکر ملے گا اور وہ مجھے اپنے ساتھ میری لاش کے پاس لے جائے گا وقت آگیا ہے۔ تم آگئے ہو۔ ہونے والی بات ہو کر رہے گی۔"

یہ کہہ کر ماتری تابوت میں سے اٹھ کر قبر سے باہر نکل

آئی۔ عنبر نے کہا:

"مگر — مگر تم لاش ہو، تم — تم میرے ساتھ شمال مشرق کے ملک میں کیسے جاؤ گی؟"

ماتری نے کہا:

"میں اگرچہ ایک لاش ہوں مگر چونکہ میں ایک ملک میں ہزاروں سال بعد اس وقت زندہ ہوں اور اپنی اسی شکل میں زندگی گذار رہی ہو اس لیے میں اب جسم نہیں بلکہ ایک روح ہوں اور روح تمہارے ساتھ پہاڑوں، جنگلوں اور سمندروں میں آسانی سے سفر کر سکتی ہے جس طرح تجھ میں ایک خاص طاقت ہے اسی طرح میرے پاس بھی خاص طاقت ہے۔"

عنبر نے کہا:

"ہم اس ملک کو کیسے تلاش کریں گے جہاں تم ایک جوان لڑکی کی شکل میں زندگی بسر کر رہی ہو اور جس کا حادثہ ہو کر اس کے مرنے کے بعد تم ان کے جسم میں داخل ہو جاؤ گی؟"

ماتری نے کہا:

"مجھے اپنے جسم کی دُور سے خوشبو آجائے گی میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس ملک اور شہر کو تلاش کر لوں گی جہاں میں ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہی ہوں۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم اس ملک میں کس نام سے زندگی بسر کر رہی ہو؟"

"نہیں، میں نہیں جانتی۔ مگر وہاں جا کر معلوم ہو جائے گی۔ میرے ساتھ آؤ۔ ہم یہاں سے باہر نکلتے ہیں۔"

عنبر بولا:

"مگر یہاں تو باہر نکلنے کا کوئی بھی راستہ نہیں ہے؟"

ماتری مسکرائی۔ اس نے اپنے سنہری بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کنوئیں کی دیوار کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔ ہاتھ کے اشارے کے ساتھ ہی کنوئیں کی دیوار اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور وہاں اندر ہی اندر سے سیڑھیاں اوپر کو جا رہی تھیں۔ ماتری نے عنبر سے کہا:

"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ میں جانتی ہوں تم ڈرتے نہیں ہو۔ اور تم ایک نیک مقصد کے لیے جا رہے ہو۔ تم تاریخ کا ایک مطالبہ پورا کرنے والے ہو۔ تم شمال مشرق کے ایک شہر میں

رہنے والی ایک لڑکی کو جو مر چکی ہو گی دوبارا زندگی دو گے۔"

عنبر نے کہا:

"مگر کیا یہ کام تم اکیلی نہیں کر سکتیں؟ تم خود اس شہر میں جا کر اپنی لاش میں روح بن کر داخل کیوں نہیں ہو جاتیں؟"

نیلی آنکھوں والی ماتری نے کہا:

"اگر یہ کام میں اکیلی کر سکتی تو تمہارا انتظار نہ کرتی۔ قدرت تمہیں غار کے اس کنوئیں میں کھینچ کر نہ لاتی۔ اب میں تمہیں اس کی وجہ بتاتی ہوں کہ تمہارا میرے ساتھ جانا کیوں ضروری ہے۔ میں ابھی تک ایک لاش ہوں۔ میں نہ دیکھ سکتی ہوں نہ سن سکتی ہوں۔ مجھے صرف اس وقت دکھائی دیتا ہے جب تم میرے پاس ہوتے ہو۔ بوڑھے کاہن نے میرے باپ کو یہ بھی کہا تھا کہ میں عنبر کے بغیر نہ دیکھ سکوں گی نہ سن سکوں گی۔ اس لیے میں تم سے درخواست کروں گی کہ تم میرے ساتھ ساتھ رہنا۔ مجھ سے الگ ہو گئے تو میں ایک زندہ لاش کے سوا کچھ نہیں ہوں گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر حیرانی سے اس نیلی آنکھوں اور سنہری بالوں والی لڑکی کا منہ تک رہا تھا جو سچ مچ ایک لاش تھی مگر چہرے پر اور آنکھوں میں زندگی کی چمک تھی شاید یہ اس وجہ سے تھا کہ عنبر اس کے ساتھ تھا۔

عنبر نے کہا:

"فکر نہ کرو ماتری! میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

"شکریہ عنبر! آؤ میرے ساتھ۔"

اور زندہ لاش ماتری عنبر کو لے کر کنوئیں کے اندر نمودار ہونے والی سیڑھیاں چڑھنے لگی!!

○

وہ لاش میں داخل ہوگئی

عنبر ماتری کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتا گیا۔

پہلے اندھیرا آگیا۔ گہرا اندھیرا۔ عنبر کو بھی کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے بعد نیلی نیلی دھند آگئی۔ وہ دھند میں سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے۔ پھر یہ دھند سفید ہو گئی۔ سیڑھیاں ختم ہونے میں نہیں آتی تھیں۔

عنبر نے ماتری سے پوچھا:

"ابھی کتنی سیڑھیاں باقی ہیں ماتری؟"

ماتری نے کہا:

"کیا تم تھک گئے ہو؟ تم تو نہیں تھکا کرتے۔"

عنبر بولا:

"تھکاوٹ تو ذرا بھی نہیں ہوئی، لیکن میں ان سیڑھیوں سے تنگ آگیا ہوں۔ کم بخت ختم ہونے میں ہی نہیں آتیں۔"

ماتری نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"شاید تمہیں معلوم نہیں کہ جب تم ایک سیڑھی چڑھتے ہو تو کئی سال اگلے زمانے میں چلے جاتے ہو۔"

عنبر خاموش رہا۔ وہ جانتا تھا کہ وقت آگے کی طرف گذرتا جا رہا ہے۔ اور بڑی تیزی سے گذرتا جا رہا ہے۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس زمانے میں نکل آئے گا اور وہ کون سا شہر ہوگا۔

ماتری جیسے عنبر کے دل کی بات پہچان گئی تھی، کہنے لگی:

"فکر نہ کرو۔ مجھے اس شہر میں سے اپنے جسم کی خوشبو آ رہی ہے جہاں ہم جا رہے ہیں اور جہاں میں ایک بالکل ہی نئی لڑکی کے روپ میں ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہی ہوں۔ ہم سیدھا اسی شہر میں نکلیں گے۔"

عنبر نے پوچھا:

"زمانہ کون سا ہوگا؟"

ماتری نے کہا:

"وہ زمانہ ہوگا جس میں سے یہ دنیا اس وقت گذر رہی ہوگی۔"

"سن کون سا ہوگا۔؟" عنبر نے پوچھا۔

ماتری کہنے لگی:

"یہ میں خود بھی نہیں جانتی۔"

ان کا سیڑھیوں کا سفر جاری رہا۔

ایک جگہ پہنچ کر ماتری رک گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ راستہ بھول گئی۔ کیوں کہ اب وہ سیڑھیوں کو چھوڑ کر ایک گہرے تاریک غار میں سے گذر رہے تھے۔

عنبر نے پوچھا:

"کیا بات ہے ماتری؟ کیا ہم راستہ بھول گئے ہیں؟"

ماتری سانس لے کر کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہنے لگی:

"مجھے اپنی خوشبو نہیں آ رہی ہے۔"

"اس کی کیا وجہ ہے؟" عنبر نے پوچھا:

ماتری نے کہا:

"ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ غار میں ادھر اُدھر دیوار کے پاس کئی بار گئی اور اس نے گہرے گہرے سانس کھینچ کر اپنی خوشبو سونگھنے کی کوشش کی مگر خوشبو نہیں آ رہی تھی کہنے لگی:

"ہم راستہ نہیں بھولے مگر۔۔۔ مگر قسمت کو شاید یہی منظور تھا۔"

"کیا منظور تھا؟ کیا کوئی بُری بات ہو گئی ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں۔ ایسی بات نہیں — صرف سوا سو سال کا
فرق پڑ گیا ہے۔ میری خوشبو مجھ سے سوا سو سال
دُور چلی گئی ہے۔"
عنبر نے کہا:
"یہ کون سی پریشانی کی بات ہے بھلا۔ ہم دو
ڈھائی ہزار سال پر سے گذر کر یہاں تک آ گئے
ہیں تو کیا سوا سو سال آگے نہیں جا سکتے۔"
ماتری نے آہ بھر کر کہا:
"یہ موت کا حکم ہے عنبر — میری خوشبو مجھ سے
جہاں بچھڑ گئی ہے میں وہاں سے ایک قدم بھی
آگے نہیں جا سکتی۔ جب تک کہ موت مجھے اجازت
نہ دے۔ تمہیں شاید معلوم نہیں کہ موت اس
وقت میرے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔ وہ مجھے
میرے دوسرے جنم کے جسم میں داخل کر کے واپس
چلی جائے گی۔"
عنبر نے پوچھا:
"اس وقت ہم کہاں اور کس زمانے میں ہیں؟"
ماتری بولی:
"یہی میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

مجھے یقین ہے یہاں سے باہر جانے کا کوئی راستہ
قریب ہی ہو گا۔"
غار میں ایک جگہ آگے جا کر اوپر سے روشنی آ رہی تھی۔
یہاں ایسا لگتا تھا کہ جیسے یہ کوئی خشک سوکھا ہوا
کنواں ہے اور اوپر سے کھلا ہونے کی وجہ سے دن کی
روشنی نیچے تک آ رہی ہے۔ ماتری اور عنبر نے اوپر
دیکھا تو اوپر آسمان دکھائی دے رہا تھا۔
عنبر بولا:
"یہ کوئی اندھا ویران کنواں ہے۔ ہمیں یہاں سے
باہر نکلنا ہو گا۔ مگر یہاں کوئی رسّی نہیں لٹک
رہی ہے اور دیوار کے ساتھ جھاڑیاں بھی نہیں
ہیں جنہیں پکڑ کر میں تمہیں اوپر لے چلوں۔"
ماتری مسکرائی:
"مجھے دنیا کے کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے
میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لو۔"
عنبر نے ماتری کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کا ہاتھ لاش کی
طرح ٹھنڈا تھا۔ ماتری نے آنکھیں بند کر لیں اور منہ ہی
منہ میں کچھ بڑبڑا کر پڑھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ زمین سے
بلند ہونا شروع ہو گئے۔ وہ دونوں زمین پر سے اپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ اوپر اٹھتے کنوئیں سے باہر آ گئے۔ کنوئیں کے باہر دن نکلا ہوا تھا۔ مگر آسمان پر گرد و غبار پھیلا تھا اور دھوپ کھل کر نہیں نکلی ہوئی تھی۔ فضا میں گرمی تھی۔ یہ کنواں جس میں سے عنبر اور ماتری باہر نکلے ایک پرانے باغ میں بنا ہوا تھا۔ یہاں اونچے اونچے درخت تھے مگر کسی آدمی کا دُور دُور تک نشان نظر نہ آتا تھا۔ عنبر نے فضا میں جلی ہوئی لکڑیوں کی بُو محسوس کی۔ اُس نے ماتری سے کہا:

"ہم کس ملک میں آ گئے ہیں اور یہ زمانہ کون سا ہے؟"

ماتری نے کہا:

"زمانہ یقیناً ۱۸۵۷ء کا ہے اور ملک خدا جانے کون سا ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا تمہیں اپنے دوسرے جنم کی لڑکی کی خوشبو آ رہی ہے؟"

"نہیں — وہ خوشبو مجھ سے ایک سو سال کے فاصلے پر چلی گئی ہے۔ ہمیں ابھی ایک سو سال کا آگے کے زمانے کا سفر کرنا ہو گا۔"

عنبر نے کہا:

"پہلے تو یہ پتہ لگنا چاہیے کہ ہم کس ملک میں ہیں۔"

درختوں کی طرف سے کسی عورت کی چیخ کی آواز آئی۔

ماتری نے عنبر کی طرف دیکھا:

"کسی عورت پر ظلم ہو رہا ہے۔ آؤ اس کی مدد کرتے ہیں۔"

وہ تیز تیز چلتے جھاڑیوں میں سے گذرتے درختوں کی دوسری طرف آ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت کو تین آدمی، جن کے پاس تلواریں تھیں، گھسیٹتے ہوئے لیے جا رہے ہیں۔ عورت بار بار روتے ہوئے زمین پر بیٹھ جاتی ہے اور مرد اسے زبردستی آگے کو کھینچنے لگتے ہیں اور مارتے ہیں۔ عنبر نے آگے بڑھ کر ان مردوں سے کہا:

"تم اس عورت کو زبردستی کہاں لیے جا رہے ہو؟"

تینوں مرد ٹھٹھک گئے اور تعجب سے عنبر کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگے۔ پھر ماتری بھی عنبر کے قریب آ گئی اب وہ آدمی بہت زیادہ حیرانی سے ماتری کو دیکھنے لگے۔ کیوں کہ ان کے لباس عجیب تھے۔ عورت کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ سنبھل گئی مگر آدمیوں نے اسے بازو سے پکڑ رکھا تھا۔ ایک آدمی نے تلوار کھینچ لی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر کی طرف بڑھا۔ اس نے عنبر کو گھور کر دیکھا اور کہا:
"تم کون اور یہ عورت کون ہے؟"
عنبر نے کہا:
"یہی بات تو میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم
کون ہو اور یہ عورت کون ہے؟"
باقی دو مرد ہنس پڑے۔
ایک نے کہا:
"ارے تارو سنگھ اس کو تلوار مار کر گرا دے اور
اس کی عورت کو بھی پکڑ کر ساتھ لے جاتے ہیں۔"
ماتری جو کہ لاش کی طرح ٹھنڈی اور بے حس تھی مصر
کے پرانے لباس میں تھی اور اس کے گلے میں جواہرات
کی مالا بھی تھی۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر ماتری کو بازو
سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا:
"ارے بھیم سنگھ! اس کے زیور بڑے قیمتی ہیں رے
اسے بیچ کر بڑا مال ہاتھ لگے گا۔"
اس آدمی نے محسوس کیا کہ ماتری کا بازو لاش کی طرح
ٹھنڈا تھا۔ مگر وہ یہ سمجھا کہ خوف کے مارے عورت کا
جسم ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ تارو سنگھ نے تلوار اٹھائی تو عنبر
نے کہا:

"اگر تم نے مجھ پر حملہ کیا تو مجھے کچھ نہیں ہوگا۔
لیکن میں نے حملہ کیا تو تم مر جاؤ گے۔"
تارو سنگھ نے قہقہہ لگایا اور نعرہ لگا کر تلوار عنبر کی
پر زور سے ماری۔ چھن کی آواز آئی۔ جیسے تلوار کسی چٹان
سے ٹکرائی ہو اور تلوار دو ٹکڑے ہو گئی۔ بھیم سنگھ اور
دوسرا آدمی حیران ہو گئے کہ یہ کیا ہوا ہے۔ بھیم سنگھ نے کہا
"ارے اس نے گلے میں لوہے کا پٹا ڈال رکھا ہے
اس کتے کا پیٹ خنجر سے پھاڑ دو۔"
مگر اب عنبر نے حملہ کر دیا۔ تارو سنگھ خنجر نکال ہی رہا
تھا کہ عنبر نے اس کی گردن پر ایک الٹا ہاتھ مارا۔ وہ
دوہرا ہو کر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ اپنے ساتھی کو گرتا دیکھ
کر اس کے دوسرے ساتھیوں نے عنبر پر حملہ کر دیا۔ وہ
عنبر پر خنجر اور تلوار سے وار پر وار کر رہے تھے مگر عنبر
پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ عنبر نے انہیں بھی گردنیں توڑ
کر وہیں ڈھیر کر دیا۔ اب وہ اور ماتری اس عورت کی
طرف آئے جس کو یہ تینوں بدمعاش اغوا کر کے لیے جا
رہے تھے۔ وہ عورت پریشان اور دہشت زدہ تھی۔ وہ
ڈر رہی تھی کہ اب عنبر اور ماتری اسے اغوا کر کے لے
جائیں گے۔ ماتری نے اس کی طرف گہری نظروں سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھا اور کچھ نہ کہا۔ کیوں کہ ماتری کی زبان وہ عورت نہیں
سمجھ سکتی تھی۔ وہ قدیم مصری زبان بولتی تھی۔ اس کی زبان
صرف عنبر ہی سمجھ سکتا تھا۔ اس سے عنبر نے اسی زبان
میں بات کی جو اسے اغوا کرنے والے بول رہے تھے اور
یہ آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے کی اردو زبان تھی۔

"تم کون ہو بہن؟ اور یہ لوگ تمہیں کہاں سے
اغوا کر کے لائے تھے؟"

"بہن" کا لفظ سن کر عورت کے چہرے پہ ایک سکون
سا آگیا۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکے اور بولی:

"تم نے مجھے بہن کہہ کر مجھے نئی زندگی دی ہے۔
میرا نام مہرالنساء ہے۔ یہ سکھ تھے۔ میں مسلمان ہوں
یہ مجھے ہمارے گھر سے اغوا کر کے لیے جا رہے تھے۔"

ماتری نے عنبر سے کہا کہ اس عورت سے پوچھو کہ
یہ کون سا ملک ہے اور یہاں کس کی بادشاہت ہے۔
عنبر نے جب یہ سوال مہرالنساء سے کیا تو اس نے پوچھا:

"تم لوگ کیا اس ملک کے رہنے والے نہیں ہو؟ کیا
تمہیں معلوم نہیں کہ یہ ملک ہندوستان ہے اور
یہاں لوگوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کر
دی تھی۔ انگریزوں نے بغاوت کو کچل دیا ہے اور

ہر طرف لوٹ مار مچا رکھی ہے۔ سکھ انگریزوں
کے ساتھ ہیں اور مسلمانوں کے گھروں کو لوٹ رہے
ہیں اور عورتوں کو اغوا کر رہے ہیں۔"

عنبر نے یہ ساری بات ماتری کو بیان کر دی۔ ماتری
نے عنبر سے کہا کہ اس عورت کو اس کے ماں باپ کے
پاس پہنچانا چاہیے۔ عنبر نے مہرالنساء سے پوچھا:

"تم کہاں رہتی ہو؟ ہم تمہیں تمہارے گھر چھوڑ کر
آئیں گے۔"

مہرالنساء بولی:

"میں تمہارا یہ احسان عمر بھر نہیں بھولوں گی۔"

عنبر اور ماتری نے اس عورت یعنی مہرالنساء کو ساتھ
لیا اور اس کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ پرانے باغ سے
نکلے تو سامنے ایک کچی سڑک شہر کی فصیل کی طرف جاتی
نظر آئی۔ مہرالنساء نے کہا:

"یہاں سے گذرنا خطرناک ہے۔ یہاں سکھ اور
انگریز فوجی گشت لگا رہے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"تم فکر نہ کرو بہن — ہم سب کو سنبھال لیں گے۔"

لیکن سارا علاقہ ویران تھا۔ انہیں جگہ جگہ مسلمانوں کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لاشیں پڑی ہوئی ملیں۔ شہر کی فصیل ایک جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ یہاں سے شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ شہر میں ہر طرف ویرانی پھیلی تھی۔ مکان لوٹے ہوئے تھے۔ سامان باہر بکھرا پڑا تھا۔ مہرالنساء اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ ایک گلی کے کونے والے مکان میں رہتی تھی۔ عنبر اور ماتری نے اسے اس کے گھر اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا۔ اس نیک کام کو کرنے کے بعد عنبر اور ماتری شہر کی ٹوٹی ہوئی فصیل سے باہر نکل رہے تھے کہ انگریزی فوج کا ایک دستہ وہاں سے گذرا۔ دستے کے انگریز کمانڈر نے عنبر اور ماتری کو دیکھا اور حکم دیا:

"یہ بھی باغیوں کے ساتھی ہیں۔ انہیں پکڑ لو۔"

انگریز فوجیوں نے ماتری اور عنبر کو پکڑ کر گھوڑے پر بٹھایا اور شہر سے باہر ایک میدان میں لے آئے۔ یہاں توپیں لگی تھیں۔ پھانسیاں گڑھی تھیں۔ مسلمان مجاہدوں کو پھانسی چڑھایا جا رہا تھا اور توپ کے آگے باندھ کر اُڑایا جا رہا تھا۔ ماتری نے عنبر سے کہا:

"یہ گورے ظلم کر رہے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"تاریخ اپنا کام کر رہی ہے۔ ہم اس میں دخل

نہیں دے سکتے۔ یہ جو لوگ مر رہے ہیں یہ مر چکے ہیں۔"

ماتری نے کہا:

"مگر میں اس عورت کو ضرور بچاؤں گی وہ نوجوان ہے۔ اسے توپ کے ساتھ باندھا جا رہا ہے۔"

عنبر نے ماتری کو روکا مگر وہ نہ مانی۔ انگریز فوجیوں نے اس کے بازو رسّی سے باندھے ہوئے تھے۔ ماتری نے ایک ہی جھٹکے سے رسّی کو توڑ ڈالا اور اس عورت کی طرف بڑھی جسے توپ کے آگے باندھ دیا گیا تھا اور اب توپ چلنے ہی والی تھی۔ توپ کے گولے کے چلتے ہی اس عورت کے جسم کے پُرزے اُڑ جانے تھے۔ عورت کا رنگ ہلدی کی طرح زرد تھا اور موت کے خوف سے آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ماتری قدیم مصر کی ایک مُردہ لاش تھی جس کو اب کوئی نہیں مار سکتا تھا۔ اس میں زندوں سے زیادہ طاقت آ چکی تھی۔ وہ اپنی قبر سے نکل کر اپنے دوسرے جنم کی طرف جاری تھی۔ وہ عجیب پُراسرار طاقتوں کی مالک بن چکی تھی۔ اسے رسّی تڑا کر توپ کی طرف بڑھتے دیکھ کر انگریز کمانڈر نے چلّا کر کہا:

"اس عورت کو بھی پکڑ کر توپ کے آگے باندھ دو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماتری نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں تھا۔ وہ بدقسمت عورت کے قریب آئی اور ایک ہی جھٹکے سے اس کی رسی کو توڑ کر اسے آزاد کیا اور اس پر اپنے لمبے سنہری بال ڈال دیئے۔ جونہی سکھ سپاہی اسے پکڑنے کے لیے آگے بڑھے ماتری کے جسم سے آسمانی بجلی کی ایک لہر کڑا کے کے ساتھ نکلی ان سکھ فوجیوں پر گری اور انہیں وہیں جلا کر بھسم کر دیا۔ انگریز کمانڈر سمجھا کہ یہ کوئی جادوگری ہے۔ وہ تلوار لے کر اس کی طرف لپکا۔ آسمانی بجلی کا دوسرا شعلہ ماتری کے جسم سے نکلا اور اس نے انگریز کو جلا کر خاک کر دیا۔ دوسرے فوجی ڈر کے مارے پرے پرے ہٹ گئے۔ ماتری نے دوسرے مجاہدوں کو جو توپ کے منہ کے آگے بندھے ہوئے تھے کھول کر آزاد کر دیا اور اپنی قدیم مصری زبان میں عنبر سے کہا:

"انہیں کہو کہ یہاں سے فرار ہو جائیں۔"

عنبر نے کہا:

"اے لوگو! یہاں سے جس طرف بھاگ کر جان بچا سکتے ہو بھاگ جاؤ۔"

وہ لوگ جنگل کی طرف دوڑے۔ سکھ فوجی ان کی طرف لپکے کہ گرفتار کریں۔ ماتری نے اپنے بال عورت کے

[سر] کے اوپر سے اٹھا لیے اور ہاتھ اٹھا کر سکھ فوجیوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی پانچوں انگلیوں میں سے موت کی پانچ شعاعیں نکل کر سکھ فوجیوں پر پڑیں اور وہ بھی گھوڑوں سمیت جل کر کوئلہ بن گئے۔

ماتری نے عنبر سے کہا:

"اس عورت کو یہاں سے فرار ہونے کا کہو۔"

عنبر نے عورت سے کہا:

"بہن! تم بھی اپنی جان بچا کر چلی جاؤ۔"

اس عورت کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ ایک ہی پل میں کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ اس نے ماتری کا شکریہ ادا کیا اور ایک گھوڑے پر بیٹھ کر وہاں سے فرار ہو گئی۔

میدان خالی رہ گیا تھا۔ صرف توپیں پڑی تھیں۔

ماتری نے عنبر سے کہا:

"اب ہمیں بھی یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

اور وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور گھوڑے دوڑاتے میدان سے نکل کر ایک کچی سڑک پر آ گئے جو آگے دریا پر جا کر ختم ہو جاتی تھی۔ دریا پر ایک گھاٹ بنا تھا۔ ایک کشتی ٹوٹی پڑی تھی۔ درختوں کے نیچے کچھ لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ ماتری اور عنبر گھوڑوں سے اتر کر گھاٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر آ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے گھاٹ کے پاس ایک چبوترہ بنا تھا جس پر ایک سر منڈا جوگی آلتی پالتی مارے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ اس کے آگے مٹی کے پیالے میں گیندے کے پھول پڑے تھے۔ عنبر اور ماتری جوگی کے قریب آئے تو جوگی نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں میں زبردست چمک تھی۔ اس نے ماتری کی طرف نگاہ اٹھائی اور اسی کی قدیم مصری زبان میں کہا:

"ماتری بیٹی! تم آ گئیں؟"

ماتری نے پہلے حیرانی سے عنبر کی طرف اور پھر جوگی کی طرف دیکھا اور کہا:

"جوگی بابا! تم میری زبان جانتے ہو؟"

جوگی نے مسکرا کر کہا:

"بیٹا! ہم سب زبانیں جانتے ہیں۔ ہم پرندوں کی بولیاں بھی سمجھ لیتے ہیں۔ آؤ عنبر بیٹا! تم بھی میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ۔"

عنبر نے جوگی کی زبان سے اپنا نام سنا تو وہ بھی بڑا حیران ہوا۔ ماتری اور عنبر جوگی کے سامنے چبوترے پر بیٹھ گئے۔

جوگی نے کہا:

"یہ جو کچھ لوگوں کا قتل عام ہو رہا ہے یہ خدا کی مرضی ہے۔ اس میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ ماتری بیٹی! میں جانتا ہوں کہ تم اپنے نئے جنم کی تلاش میں اپنی قبر سے نکل کر یہاں تک پہنچی ہو۔"

ماتری تو دنگ رہ گئی۔ اس نے پوچھا:

"بابا! آپ کو کیسے پتہ چلا؟"

جوگی بولا:

"بیٹی! ہمیں سب کچھ پتہ لگ جاتا ہے جو نظر آ رہا ہے ہم اسے بھی دیکھتے ہیں اور جو نظر نہیں آ رہا اسے بھی دیکھ لیتے ہیں۔ ہم سے کسی کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ تم اس وقت یہاں سے تین سو میل دُور ایک شہر کے بنگلے میں بیٹھی ہو اور اپنی بوڑھی ماں کے لیے چائے بنا رہی ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آج شام تم اس شہر میں مر جاؤ گی۔ تمہاری لاش اسی بنگلے کے ایک کمرے میں پڑی ہو گی۔ تمہارے گھر والے رو رہے ہوں گے پھر تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس لاش میں داخل ہو جاؤ گی اور لاش زندہ ہو جائے گی اور تمہارا دوسرا جنم شروع ہو جائے گا۔"

ماتری منہ کھولے حیرانی سے جوگی کی باتیں سن رہی تھی، عنبر بھی حیران تھا۔

ماتری نے پوچھا:

"جوگی بابا! کیا آپ مجھے اس شہر میں پہنچا سکتے ہیں تاکہ میں اپنا دوسرا جنم شروع کر سکوں؟"

جوگی بابا مسکرایا، کہنے لگا:

"بیٹی! قسمت اسی لیے تمہیں میرے پاس یہاں لائی ہے۔"

اب عنبر نے جوگی سے پوچھا:

"بابا کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ میں ماریا اور ناگ سے کہاں ملاقات کر سکتا ہوں؟"

جوگی نے کہا:

"یہ ایک راز ہے جو تم پر اس وقت ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت تم بھی ماتری بیٹی کے ساتھ اس کے دوسرے جنم والے شہر میں جاؤ گے۔ وہاں ایک پرانی شمشان بھومی ہے جہاں کبھی ہندو اپنے

مردوں کی لاشیں جلایا کرتے تھے۔ یہ شمشان بھومی اب ویران ہو چکی ہے۔ اسے تلاش کرنا۔ میں تمہیں وہاں ملوں گا۔ اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

پھر جوگی ماتری کی طرف دیکھ کر بولا:

"بیٹی ماتری! عنبر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر میرے پیالے میں سے گیندے کے دو پھول اٹھا کر ایک پھول اپنے آگے اور ایک پھول عنبر کے آگے رکھو۔"

ماتری نے ایسا ہی کیا۔ جوگی نے کہا:

"اب تم دونوں آنکھیں بند کر لو اور جب تک میں نہ کہوں آنکھیں مت کھولنا۔"

ماتری اور عنبر نے آنکھیں بند کر لیں۔ جوگی نے بھی اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے پر بڑی پرسکون مسکراہٹ آ گئی اور بند آنکھوں سے روشنی کی شعاعیں نکل کر ماتری اور عنبر پر پڑنے لگیں۔ عنبر اور ماتری کو ایسا لگا جیسے وہ سفید سفید دھند میں سفر کر رہے ہیں۔ پھر یہ سفید دھند بھی غائب ہو گئی۔ انہیں جوگی کی آواز سنائی دی:

"آنکھیں کھول دو میرے بچو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر اور ماتری نے آنکھیں کھول دیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ نہ وہاں کوئی دریا ہے۔ نہ گھاٹ، نہ وہ جوگی بابا ہے اور نہ وہ چبوترہ ہے۔ وہ ایک چھوٹی سی سڑک کے کنارے درختوں کے درمیان کھڑے ہیں۔ آس پاس خوبصورت ماڈرن کوٹھیاں بنی ہوئی ہیں۔ شام ہو رہی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔

ماتری نے گہرا سانس لے کر کہا،

"مجھے اپنی بہت تیز خوشبو آ رہی ہے۔"

پھر ایک کوٹھی کی طرف منہ کر کے سانس اندر کو کھینچی اور عنبر سے کہا:

"عنبر! میرا دل کہہ رہا ہے کہ میں اس کوٹھی میں اپنا دوسرا جنم شروع کرنے والی ہوں۔ میں ان درختوں میں چھپ کر بیٹھ جاتی ہوں۔ تم کسی طرح اس کوٹھی میں جاؤ اور دیکھو کہ کیا میں اندر موجود ہوں؟"

عنبر نے کہا:

"تم یہاں بھی ہو اور کوٹھی میں بھی موجود ہو گی؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

ماتری نے کہا:

"مجھے بڑی تیز خوشبو آ رہی ہے۔ میں اس کوٹھی میں ضرور موجود ہوں۔ جلدی سے جا کر معلوم کرو۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

عنبر سوچنے لگا کہ وہ ایک اجنبی کوٹھی میں کس طرح جا کر پتہ کرے کہ ماتری اندر موجود ہے کہ نہیں؟ وہ کوٹھی میں کیسے داخل ہو؟ آخر اسے ایک ترکیب سوجھی۔ کوٹھی کے باہر تختی پر پروفیسر سراج احمد قریشی کا نام لکھا تھا۔ عنبر نے گھنٹی دبا دی۔ ایک نوکرانی نے دروازہ کھول کر پوچھا، کس سے ملنا ہے آپ کو؟

عنبر نے کہا:

"میں ٹیلی فون کے محکمے سے آیا ہوں۔ آپ کا ٹیلی فون چیک کرنا ہے۔ اس علاقے کی مین لائن میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے۔"

اتنے میں ایک ادھیڑ عمر کا بھاری بھرکم آدمی آ گیا۔ عنبر نے اسے بھی یہی بہانا بتایا۔ وہ اسے اندر لے گیا۔ کمرہ بڑا سجا ہوا تھا۔ کونے میں میز پر ٹیلی فون رکھا تھا۔ عنبر کو جس چہرے کی تلاش تھی وہ اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ عنبر نے یونہی ٹیلی فون کو الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ پھر اسے ایک لڑکی کی آواز آئی۔ یہ آواز ماتری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی آواز سے بڑی ملتی جلتی تھی۔ عنبر کے کان کھڑے ہو گئے۔ لڑکی نے اپنے باپ کو آواز دی تھی۔ وہ کمرے میں آ گئی۔

"ڈیڈی! آج انکل امجد کی پارٹی پر چلیں گے ناں آپ؟"

"ہاں بیٹی! ضرور چلیں گے۔"

عنبر اس لڑکی کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ خدا کی شان دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ بالکل ماتری کی شکل تھی۔ وہی صورت وہی جسم، وہی نیلی آنکھیں اور سنہری بال، ماتری اور اس لڑکی کی شکل صورت، آنکھوں، جسم اور آواز میں ذرا سا بھی فرق نہیں تھا۔ عنبر کو ایک بار تو یوں لگا جیسے ماتری باہر سے اندر آ گئی ہے۔ اگر کوئی فرق تھا تو صرف یہ تھا کہ ماتری کی گردن پر چاقو کے زخم کا نشان تھا اور اس لڑکی کی گردن پر زخم کا ابھی کوئی نشان نہیں تھا۔ ابھی اس کی گردن پر زخم لگنا تھا۔ شاید اسی زخم سے اس لڑکی کی موت ہو جانی تھی اور پھر ماتری کو اس کے مردہ جسم میں داخل ہو کر دوسرا جنم ملنا تھا۔ لڑکی نے بھی محسوس کیا کہ عنبر اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس نے پوچھا:

"کیا بات ہے؟"

عنبر نے جلدی سے نظریں ہٹا لیں اور ٹیلی فون کو رکھ

کر بولا:

"آپ کا فون ٹھیک ہے۔ بس یہی معلوم کرنا تھا شکریہ!"

اور عنبر کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ ذرا فاصلے پر درختوں میں ماتری اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اُس نے آتے ہی پوچھا:

"کہو — کیا میں اندر موجود ہوں؟"

"ہاں ماتری! بالکل تمہاری ہم زاد اس کوٹھی میں موجود ہے۔ تمہاری شکل صورت، تمہاری نیلی آنکھیں، تمہاری ہی سنہرے بال اور تمہارا ہی جسم صرف اس کی گردن پر زخم کا نشان نہیں ہے۔"

ماتری نے کہا:

"زخم کا نشان آج رات اس کی گردن پر بنے گا۔"

"کیا مطلب؟" عنبر نے پوچھا۔

ماتری نے بے حس آواز میں کہا:

"کوئی میرے اندر کہہ رہا ہے کہ آج آدھی رات کو اس گھر میں ڈاکہ پڑے گا۔ ایک ڈاکو چھری سے اس لڑکی کی گردن پر حملہ کرے گا اور وہ مر جائے گی۔"

عنبر نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ تو بڑا ظلم ہو گا۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔
میں ابھی انہیں جا کر خبردار کرتا ہوں کہ آج رات
ڈاکہ پڑنے والا ہے وہ پولیس کو اطلاع کر دیں۔"
ماتری نے عنبر کو گھور کر دیکھا:
"کیا تم چاہتے ہو کہ میں مر جاؤں اور میرا دوسرا جنم
شروع نہ ہو؟ یہ لڑکی مر جائے گی مگر میرے روپ
میں ایک نئی زندگی حاصل کرے گی۔"
عنبر نے کہا:
"لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ دوبارہ زندہ ہونے
کے بعد اپنے ماں باپ کو پہچان لے گی؟"
"ہاں — وہ سب کو پہچانے گی اس کی یادداشت
ویسے ہی رہے گی۔ فرق صرف اتنا ہو گا کہ وہ
تمہیں نہ پہچان سکے گی۔ یعنی میں اس لڑکی کے
جسم میں داخل ہونے کے بعد تمہیں نہ پہچان سکوں گی۔
مجھے اس کا افسوس ہے مگر قسمت میں ایسا ہی
لکھا ہے اور قسمت کا لکھا ہو کر رہے گا۔"
عنبر خاموش نظروں سے ماتری کو دیکھنے لگا جو شام کے
گہرے ہوتے اندھیرے میں اور زیادہ پُراسرار لگ رہی
تھی۔ ماتری نے گلے کا موتیوں کا ہار اتار کر عنبر کو دیا اور کہا:

"جب میں اس لڑکی کے جسم میں داخل ہو جاؤں
تو یہ ہار کسی طرح اسے یا مجھے پیش کر دینا اگر میں
تمہیں پہچان نہ سکوں تو ناراض نہ ہونا۔"
عنبر نے ہار لے کر اپنی پتلون کی جیب میں رکھ لیا۔
جھاڑیوں کے پاس جھاڑیوں میں ایک بنچ بچھا تھا۔ ماتری عنبر
کو لے کر اس بنچ پر بیٹھ گئی اور بولی:
"آؤ یہاں بیٹھ کر اس وقت کا انتظار کرتے ہیں
جب آدھی رات کو اس کوٹھی میں ڈاکو ڈاکہ
ڈالنے آئیں گے اور اس لڑکی کو قتل کر
دیں گے۔"
عنبر اور ماتری درختوں میں جھاڑیوں کے پاس بچھی ہوئی
بنچ پر بیٹھ کر آدھی رات کا انتظار کرنے لگے۔ وقت آہستہ
آہستہ گذرتا جا رہا تھا۔ ٹھیک جب رات آدھی ہو گئی۔
اور گہری خاموشی چھا گئی تو دو آدمی جنہوں نے کالے
نقاب پہن رکھے تھے کوٹھی کے باغ میں باڑ پھلانگ
کر داخل ہو گئے۔ عنبر کو وہ خوب صورت لڑکی یاد آ گئی
جس کو یہ ڈاکو قتل کرنے والے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے
اٹھنے لگا تھا کہ ماتری نے اسے بازو سے پکڑ کر بٹھا لیا۔
"تم ہونے والی بات کو نہیں روک سکتے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نقاب پوش ڈاکو روشن دان کی جالی اتار کر کوٹھی میں داخل ہو گئے۔!!

○

○ کیا سنہری بالوں، نیلی آنکھوں والی لڑکی قتل ہو گئی؟
○ کیا ماتری کا دوسرا جنم شروع ہو سکا؟
○ عنبر جب جوگی کو شمشان بھومی یعنی ہندوؤں کے مُردوں کو جلانے والے مقام پر ملا تو جوگی نے اسے کیا کہا؟
○ عنبر ماریا ناگ کی ملاقات کہاں اور کیسے ہوئی؟

ان سوالوں کے جواب کے لیے اگلی قسط نمبر ۶۱ "لاش کا دوسرا جنم" اپنے قریبی بک سٹال سے آج ہی خریدیئے۔

۲۱ | ۲

ماہ دسمبر میں

شائع ہونے والی کتب

سلسلہ عنبر ناگ اور ماریا

۱: لاش کا دوسرا جنم ۶۱
۲: ماریا قتل ہو گئی ۶۲
۳: خالی تابوت یا قوتی سانپ ۶۳
۴: ماریا اور ممی کی لاش ۶۴

انسپکٹر رضوی مُراد اور موتی کے کارنامے

۵: سائے کا قتل

نیا مکتبہ اقرا ۴۲ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۸